امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 57/67 شمارہ نمبر 22 مورخہ ۶ر شوال المکرم ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۰ر جون ۲۰۱۹ء روز سوموار

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل
- خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیقؓ
- تقویٰ رمضان کا اصل تحفہ
- مدارس اسلامیہ کی ذمہ داریاں
- کیا ہندوستان ایک ہندو راشٹر......
- امت شاہ کو وزارت داخلہ کا قلمدان
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

تبرکات

عصر حاضر میں علماء کی ذمہ داریاں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی الندوی رحمۃ اللہ علیہ

اس وقت علماء اور تعلیم یافتہ طبقہ کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے، جب کسی دعوت یا کوشش کے ساتھ اعلیٰ طبقہ کے وہ لوگ جو ذہین اور صاحب فکر سمجھے جاتے ہیں، اور جو دین کا گہرا علم رکھتے ہیں، تو ان میں سنجیدگی، گہرائی اور پختگی ہوتی ہے، اور ان کے بارے میں یہ امید ہوتی ہے کہ وہ کسی غلط راستے میں نہیں پڑیں گے۔ اس تحریک میں جذباتیت نہیں ہوگی، اس میں عامیانہ اور مبتذل انداز نہیں ہوگا، اس وقت عالم اسلام میں علماء کی اور دینی جماعتوں اور قائدین کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے، یہ ذمہ داری ہر زمانے میں زیادہ رہی ہے، لیکن اس زمانہ میں وہ خاص طور پر بہت عظیم بن گئی ہے، کہ وہ صحیح رہنمائی کریں گے۔ اور تحریک دعوت اور جدو جہد کی سطحیت سے بچائیں گے، اس کے متعلق یہ تصور اور تاثر قائم ہونے نہ دیں گے کہ دریا کا حباب ہے، بلکہ اس کے متعلق یہ تاثر دیں گے، کہ اس کی جڑیں گہری اور علم و دین کی زمین میں پیوست ہیں۔

مسلم حکومتوں میں علماء کا کارنامہ: خلافت بنی امیہ وخلافت بنی عباس کی پشت پر اگر علماء و مجتہدین نہ ہوتے تو اسلام بہ حیثیت نظام حیات کے ایک مرتب و مدون قانون کی شکل میں موجود نہ ہوتا۔ تاریخ میں ان لوگوں کی خدمات کو سراہا جاتا ہے،، جو ملک فتح کرتے ہیں، ہمارے بڑے بڑے قائدین طارق بن زیاد، محمد بن قاسم، عقبہ بن نافع، موسیٰ بن نصیر وغیرہ حضرات کی خدمات روز روشن کی طرح تابناک ہیں، لیکن جو لوگ مفتوحہ ممالک میں اللہ کے قانون کو رائج کرتے تھے، اور وہاں کی مشکلات ومسائل کو حل کرتے تھے، وہاں کی پیش آمدہ ضروریات کی تکمیل کرتے تھے، نئے نئے حالات پیدا ہوتے تھے، ان میں رہنمائی کرتے تھے، ان کی خدمات کو بہت کم لوگ جانتے ہیں، حالانکہ اگر ائمہ مجتہدین، محدثین عظام اس زمانے میں نہ محنت کرتے اور ان کا دماغ اس تلوار کے پیچھے نہ ہوتا، جو ملک کو فتح کرتی تھی، اور اس حکومت کے پیچھے نہ ہوتا، جو ملک میں نظم ونسق قائم کرتی تھی، تو یہ سب کوششیں، فتوحات اور سلطنتیں بالکل کھوکھلی تھیں۔

مسلمانوں کے فاتح، اسلام کے مفتوح: مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ تاتاریوں نے عالم اسلام کو زیر وزبر کر ڈالا، عالم اسلام کی چولیں ہلا دیں، اس وقت مسلمانوں سے زیادہ ذلیل کوئی نہیں تھا، آپ اس زمانے کی تصاویر دیکھے، جو آثار قدیمہ میں ملتی ہیں، تو ان سے اندازہ ہوگا کہ کسی مسلمان کی داڑھی کسی گھوڑے کی دم سے بندھی ہے، اور ایک تاتاری اسے کھینچے لیے جارہا ہے، دنیا کی ہر قوم ان کی نگاہ میں عزت رکھتی ہے، لیکن مسلمانوں سے زیادہ کوئی ذلیل نہیں تھا، اور خاص طور پر اس خطۂ زمین کے مسلمان جو مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کا مرکز رہ چکا تھا، یعنی ایران اور ماوراء النہر کا علاقہ، جو آخر میں فقہ کا، خاص طور پر فقہ حنفی کا مرکز رہا ہے، لیکن آپ حضرات اس سے واقف ہیں کہ وہی تاتاری جو مسلمانوں کے فاتح تھے، اسلام کے مفتوح بن گئے، اور جن کو مسلمانوں کی تلوار شکست نہ دے سکی، ان کو مسلمانوں کی تہذیب نے، مسلمانوں کی ثقافت نے، مسلمانوں کے علم نے مسخر کرلیا، اور ان کو اپنا بے دام غلام بنالیا، بات یہ تھی کہ تاتاریوں کے پاس کوئی علمی ذخیرہ، کوئی شائستہ تہذیب، اور کوئی مرتب ووسیع قانون نہ تھا، ان کا ایک سیدھا سادہ روایتی قانون تھا، جو قبائلی زندگی میں رائج تھا، اور کوہ قراقرم اور اس کے اطراف میں اس کا عمل دخل تھا، نیم وحشی اقوام میں جیسے عرف ہوتے ہیں، وہ ویسے تھے، ان کے پاس کوئی آئین، کوئی تہذیب، کوئی لٹریچر نہیں تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو مسلمان علماء اور دانشوروں کی ضرورت پڑی، مسلمان علماء اور دانشور جب ان کے دربار میں پہونچے تو ان کی علمیت کا، ان کی ذہانت کا سکہ ان کے دلوں میں بیٹھ گیا، اسلامی تہذیب نے ان کو اپنا گرویدہ بنالیا، نتیجہ یہ ہوا کہ تاتاری من حیث القوم مسلمان ہو گئے، مسلمان چونکہ صاحب دماغ تھے، ان کے پاس ذہانت کے سرچشمے تھے، ترقی یافتہ تہذیب تھی، ایک وسیع ثقافت اور علمی ذخیرہ تھا، وہ آئین سازی کا تجربہ رکھتے تھے، تمدنی مشکلات ومسائل کو حل کرسکتے تھے، تاتاریوں کو ان کی ضرورت پیش آئی، فلسفہ تاریخ کا یہ اہم اصول ہے کہ جنگی طاقت اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی، جب تک اس کے پیچھے دماغ نہ ہو، آئین سازی کی طاقت نہ اور کوئی منظّم ادارہ نہ ہو۔

یہ دین جہالت سے نہیں بلکہ علم سے پیدا ہوا ہے: عصر جدید میں عالم اسلام کے علماء جامعات کے اساتذہ اور پروفیسر صاحبان اور ہمارے قانون داں اور ہمارے ادیب و دانشور طبقہ کی ایک ذمہ داری تو یہ ہیکہ وہ یہ ثابت کریں کہ یہ دین جہالت کے بطن سے اور فوجی طاقت سے نہیں پیدا ہوا ہے، یہ زمانے کا ساتھ دے سکتا ہے، یہ تمدن کی رہنمائی کرسکتا ہے، اس کی نگرانی کرسکتا ہے کہ یہ تمدن بے راہ نہ ہونے پائے، فاسد نہ ہونے پائے، تخریبی راستہ اختیار نہ کرنے پائے، یہ تاثیر علماء دین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ دے سکتا ہے، اور یہ بڑی ذمہ داری ہے، اگر کسی دین یا کسی قوم کے متعلق یہ خیال قائم ہوجائے کہ اس کا علم کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں ہے، بلکہ علم سے اس کو نقصان پہونچتا ہے، اور جہالت سے اس کو فائدہ تو خواہ تھوڑے عرصے کے لیے اپنے زور شمشیر، اپنے بازو سے وہ دعوت یا جماعت قوم دنیا کے کسی حصہ پر قبضہ کرلے، لیکن دماغوں پر اس کا قبضہ نہیں ہوسکتا، سب یہی خیال کریں گے کہ اس کو زندہ رہنے کے لیے جہالت کی تاریکی چاہئے، جب تک وہ تاریکی رہے گی، وہ زندہ رہے گا، اور جب علم آئے گا تو وہ غائب ہوجائے گا، اس کا پردہ چاک ہوجائے گا اور جس طرح بدلی آفتاب کی روشنی سے چھٹ جاتی ہے، اسی طرح وہ چھٹ جائے گا، عیسائیت کا معاملہ یہی ہوا، عیسائیت نے علم کا ساتھ نہیں دیا، عیسائیت ایک خالص روحانی تحریک اور ایک معاشرتی انقلاب کے طور پر تو آئی، حضرت مسیح علیہ السلام کا جب تک زمانہ رہا، ان کی مقبولیت، ان کا تقدس، ان کی روحانی طاقت رہنمائی کرتی رہی، لیکن اس کے بعد پھر اس کو ایک زمانہ تک ذہین اور صاحب نظر لوگوں کا تعاون حاصل نہ ہوا، پھر جب مسیحیت یورپ پہونچی تو سمجھا گیا کہ یہ زندگی کا ساتھ نہیں دے سکتی، اس لیے زندگی سے اس کو علاحدہ کرلینا چاہئے۔

عیسائیت مستقل شریعت نہیں رکھتی تھی: یورپ اس وقت ترقی کررہا تھا، یورپ کے اندر ترقی کی طاقتیں اور ولولے جوش ماررہے تھے، یورپ میں تنازع للبقاء کے لیے سخت کشمکش تھی، ان کی پلک ذرا جھپک جاتی تو یہ قوم کی قوم بالکل مغلوب ہوجاتی، عیسائیت جو ابھی بالکل اپنے دور طفولیت میں تھی، جس کی ابھی نہ تدوین تھی نہ تشریح، نہ اس کے پاس آئین تھا، آئین میں وہ سارا انحصار یہودیت پر کرتی تھی، مسیحیت اپنے ساتھ کوئی مستقل شریعت نہیں رکھتی تھی، شریعت موسوی تھی، جس میں جزوی تبدیلی کی گئی تھی۔ ''وَ لِاُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ (سورہ آل عمران: ۵۰) کہا گیا ہے، یہ نہیں کہا گیا ہے کہ میں تمہارے لیے مستقل شریعت لے کر آیا، جو چیزیں یہودیت میں غلط طور پر داخل ہوگئی تھیں، مسیحیت ان کی اصلاح کرتی تھی، اس کے پاس مستقل کوئی آئین نہیں تھا، اور اس کا زیادہ تر زور رحم پر، محبت پر، انسان دوستی پر، مظلوموں کی شفقت پر، اجارہ داری اور اس کے غرور کو ختم کرنے پر تھا، اور جب یورپ جیسے بے چین ملک اور وہاں کی بے چین قوموں میں جو زندگی کے لیے دوڑ رہی تھیں، مچل رہی تھیں، عیسائیت پہونچی، تو یہ حقیقت بہت جلدی منکشف ہوگئی کہ عیسائیت بدلتے ہوئے زمانہ، دوڑتے ہوئے معاشرے اور ابلتے ہوئے علم کا ساتھ نہیں دے سکتی، اسی وقت مسیحی علماء کی بہت بڑی ذمہ داری تھی کہ وہ مسیحیت کی افادیت کو ثابت کرتے اور رہنما اصول دیتے، زمانہ کے جائز تقاضوں اور فطرت انسانی کی جائز خواہشات کو قبول کرتے اور کہتے کہ یہ ٹھیک ہے، لیکن اس کے ساتھ مذہب کی ہدایت اور نگہبانی چاہئے، یہ انہوں نے نہیں کیا، وہ دو گرہوں میں بٹ گئے، حاکمانہ گروہ نے مسیحیت کو بس عقیدہ کے طور پر تسلیم کیا، اور باقی زندگی کو، آئین کو، آئین سازی کو کھلی چھوٹ دے دی، دوسرا طبقہ علماء کا تھا، انہوں نے مخالفت شروع کردی اور کہا ترقی ضروری نہیں ہے، بلکہ ترقی زندگی سے فرار ہے، کلیساؤں میں جانے میں، جنگلوں میں چھپ جانے میں، شادی نہ کرنے میں، ازدواجی زندگی سے منہ موڑ لینے میں، عورت کے سایے سے بھاگنے میں ہے اور اسی میں روحانیت کا بچاؤ ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں طبقوں نے عیسائیت کو فائدہ پہونچانے کے بجائے نقصان پہونچایا۔ جو حاکم طبقہ تھا، اس نے آزادی کے ساتھ اپنے تمدن کا ڈھانچہ بنانا شروع کیا، لوگوں کو غلام بنانا شروع کیا، جو مسیحیت کی تعلیم کے خلاف تھا، اس نے مسیحیت کو بدنام کیا، سینٹ پال کے زمانے سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور یہ تقریباً چوتھی صدی عیسوی سے آج تک جاری ہے، یورپ اسی راستے پر گامزن ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے کلیسا سے رشتہ توڑ لیا، کلیسا اور ریاست میں ہمیشہ کے لیے جدائی ہوگئی، اور عیسائیت سمٹتے سمٹتے ایک نقطہ ہوگئی۔

اسلام اور علم کا چولی دامن کا ساتھ ہے: یہ غلطی عالم اسلام میں الحمد للہ نہیں ہونے پائی، اس لیے کہ شروع سے اسلام اور علم کا چولی دامن کا ساتھ تھا، میں نے ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جس کی پہلی وحی ''اقرأ'' کے لفظ سے شروع ہوئی ہو اور جس کی پہلی وحی میں قلم کو فراموش نہ کیا گیا ہو، وہ علم اور قلم کا ساتھ کیسے چھوڑ سکتا ہے؟ اسلام میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ دین وعلم میں کبھی دوری ہوگی۔ اس لیے کہ اسلام اور علم کا شروع سے ساتھ رہا ہے، جب بدر کے قریشی قیدی مدینہ پہونچے تو ان میں کئی ایسے تھے کہ وہ فدیہ ادا کر کے رہائی نہیں حاصل کرسکتے تھے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ر پر)

اللہ کی باتیں ــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

اسلام میں جبر و اکراہ نہیں

اگر آپ کے پروردگار کو منظور ہوتا تو زمین پر جتنے لوگ ہیں، سب کے سب ایمان لے آتے، تو کیا آپ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کردیں گے (سورہ یونس/۹۹)

وضاحت: اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، اگر وہ چاہے تو اپنے بندوں کو ایمان لانے پر مجبور کرسکتا ہے، لیکن اس کو اپنے مخلوق کا جبر و اکراہ والا ایمان درکار نہیں ہے، کیوں کہ جبر و اکراہ کا تعلق انسان کے ظاہری اعضاء و جوارح سے ہوتا ہے اور ایمان کا تعلق قلب و جگر سے ہے کہ ہر انسان اپنی عقل سے خدا کو پہچانے اور اس کی بندگی اختیار کرے، اسی راز حقیقت کو خدائے تعالیٰ بڑے حکیمانہ انداز میں کھولتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ان پر آسمان سے ایسی نشانیاں اتارتے جسے دیکھ کر ان کی گردنیں مجبوراً جھک جاتیں (سورہ انعام) چنانچہ اسلام نے ہر شخص کو مذہبی آزادی عطا کی ہے، جو جس مذہب و اعتقاد کو چاہے، اختیار کرے اس پر کسی قسم کا جبر و تشدد نہیں۔ ''فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر.'' جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر پر رہے۔ سورہ بقرہ میں ہے کہ مذہب کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں ہے، بے شک حق نمایاں ہو چکا ہے، گمراہی سے، اب جن لوگوں کی نگاہیں اسلامی تاریخ پر گہری ہیں انہیں اس کا اعتراف ہے کہ مسلمانوں نے کبھی کسی کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا، اگر مسلمان چاہتے تو لاکھوں لوگوں کو مسلمان بنا دیتے، ذرا غور کیجئے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر کیے گئے ظلم و ستم کا بدلہ لے سکتے تھے، لیکن قربان جایئے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندئ اخلاق پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف کر دیا اور یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ '' لا تثریب علیکم الیوم إذھبوا فأنتم الطلقاء'' آج تمہارے اوپر کوئی سرزنش نہیں، تم سب آزاد ہو، ایک دفعہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی بڑھیا کو اسلام کی دعوت پیش کی تو اس کے جواب میں اس بوڑھی خاتون نے کہا'' أنا عجوز کبیرۃ و الموت الیّ قریب.'' میں ایک قریب المرگ بڑھیا ہوں، زندگی کے آخری وقت میں اپنا مذھب کیوں چھوڑوں، حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اس کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ اس آیت کی تلاوت فرمائی: لا اکراہ فی الدین.'' دین میں زبردستی نہیں ہے۔ انہیں آیات کی روشنی میں علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ کسی شخص کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ اسلام کی تعلیمات اس قدر صاف اور واضح ہیں کہ توفیق یافتہ شخص خود اسلام میں داخل ہو جائے گا۔ اور جس کے دل و دماغ پر کفر و شکر کی مہر لگ چکی ہے، وہ جبر و اکراہ کے بعد بھی نعمت اسلام سے سرفراز نہیں ہوسکتا۔ اس کے باوجود کچھ انتہا پسند فرقے اسلام کی تصویر کو بگاڑنے کے پروپیگنڈہ میں لگے ہوئے ہیں، اور یہ باور کرر ہے ہیں کہ اسلام طاقت و قوت کے زور پر پھیلا ہے اور اس جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے اس میں زعفرانی رنگ بھرنا شروع کر دیا، جس میں وہ اب تک کامیاب نہیں ہو سکے ہیں، اور ان شاء اللہ کبھی بھی اپنے ناپاک منصوبوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے، اور اسلام اپنی روشن تعلیمات اور عادلانہ نظام کے باعث پھلتا پھولتا رہے گا۔'' جاء الحق و زھق الباطل.''

قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی روزی اور عمر میں برکت ہو تو چاہئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی یعنی اچھا سلوک کرے۔ (ابوداؤد شریف)

تشریح: اس حدیث پاک میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کی ضرورتوں اور مصیبتوں میں کام آنے کی تعلیم دی ہے، اور فرمایا کہ صلہ رحمی کا جو عظیم اجر آخرت میں ملے گا، اس کی کوئی حد ہی نہیں، دنیا میں بھی اس کا بہت بڑا نفع ہے، کہ اس کے نتیجے میں مال اور عمر دونوں میں اضافہ ہوگا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر ضرورت مند قرابت داروں پر مال خرچ کیا جائے تو اس سے جہاں باقی ماندہ مال خیر و برکت کا موجب ہوتا ہے، وہیں اس سے اخوت و مودت، انسیت و خیر خواہی کا ماحول بنتا ہے اور پاکیزہ انسانی معاشرہ میں امن و امان اور خیر سگالی کی فضا پیدا ہوتی ہے، آپس کے تعلقات بہتر ہوتے ہیں، اسی طرح صلہ رحمی، اضافہ عمر کا وسیلہ بن جاتا ہے، صلہ رحمی کرنے والا تا دیر نیک نام رہے گا اور مرنے کے بعد اس کی نیکوکار اولاد اس کے لیے دعاء خیر کرتی رہے گی، گویا رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا رحمت خداوندی کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہے، یقین کیجئے کہ اللہ کے بندوں پر احسان و ایثار اور قربانی کرنے سے جو کیف و سرور روح اور قلب کو میسر ہوتا ہے، اس کے مقابلہ میں وہ احساس مسرت بالکل ہیچ ہے، جو کسی دنیا پرست کو بہت بڑا خزانہ ملنے سے نصیب ہوتا ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرابت داروں پر حسن سلوک کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے، مسلم شریف کی ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ'' ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے عزیز و اقارب کا حال یہ ہے کہ میں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں مگر وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں، میں ان کے حق میں بھلائی کرتا ہوں اور وہ میرے حق میں برائی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ حلم و بردباری کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جاہلانہ طو پر پیش آتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاد فرمایا کہ جو کچھ تم کہتے ہو اگر صحیح ہے تو سمجھ لو کہ تم گویا ان کی راکھ پھنکار رہے ہو، جب تک تم اپنے طرز عمل پر قائم رہو گے، اللہ کی طرف سے تمہارے لیے ایک مددگار مقرر رہے گا۔ (مسلم شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محسن کا احسان نہ ماننا اور ناشکری کرنا رحمت خداوندی سے اپنے آپ کو دور کرنا ہے، ایسے لوگوں سے اللہ کی مخصوص نگاہ عنایت پھر جاتی ہے، جس کا نقصان دین اور دنیا دونوں میں پہونچتا ہے۔ اس لیے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: رشتہ ایک شاخ ہے، اللہ سے جس نے اسے ملایا، اللہ اسے ملائے رکھے گا، اور جس نے اسے قطع کیا، اللہ اسے قطع کردے گا۔ (بخاری شریف)

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

زکوٰۃ کا مصرف:

زکوۃ کی رقم ہر قوم کے غریب و مفلس اپاہج لوگوں کو دی جاسکتی ہے یا صرف مسلمانوں کو؟ زکوۃ کی رقم اس مدرسہ میں صرف کرنا جس میں مسلم بچے دینیات کی تعلیم حاصل کرتے ہوں اس سے مدرسین کو تنخواہ دینا بچوں کے لئے کتابیں خریدنا مدرسہ کی عمارت کی مرمت وغیرہ شرعا درست ہے یا نہیں؟ زکوۃ کی رقم مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ کے یتیم خانہ یا مدارس میں بھیجنا درست ہے یا نہیں؟ زکوۃ کی رقم کنویں یا مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــــــوفیق

شریعت اسلامیہ میں صدقات کی دو قسمیں ہیں نافلہ اور واجبہ؛ صدقات نافلہ مسلم اور غیر مسلم سب کو دی جاسکتی ہے ،اور صدقہ کرنے والا جس مصرف میں چاہے صرف کرے، زکوۃ کا مصرف اللہ تعالی نے قرآن مجید میں متعین کردیا ہے اس متعین مصرف کے علاوہ کسی دوسرے میں خرچ کرنا جائز نہیں، صدقہ ادا نہیں ہوگا۔'' انما الصدقات للفقرا و المساکین و العٰملین علیھا و المؤلفة قلوبھم وفی الرقاب و الغارمین وفی سبیل اللہ و ابن السبیل.'' (سورہ توبہ ۶۰)

یہ آٹھ مصارف ہیں جو مسلمانوں کے لئے مخصوص ہیں ان میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں ہے حضرت زیاد بن حارثؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔'' فاتاہ رجل فقال أعطنی من الصدقة فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یرض بحکم نبی ولا غیرہ فی الصدقات حتی حکم فیھا ھو فجزأھا ثمانیة اجزا ء فان کنت من تلک الأجزاء اعطیتک حقک.'' (السنن لأبی داؤد ؛باب من یعطی من الصدقة و حدالغنی ۱/ ۲۳۰) لہذا ان مصارف معینہ کے علاوہ زکوۃ کی رقم کسی دوسرے مصرف میں خرچ نہیں کی جاسکتی ہے اور نہ غیر مسلموں کو دی جاسکتی ہے نہ مسجد، مدرسہ، مکتب، کنواں وغیرہ کی تعمیر مرمت میں خرچ کی جاسکتی ہے اور نہ امام و موذن اور معلم کے مشاہرے میں دی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خوشدامن اور پھوپھی زاد بہن کو زکوۃ فطرہ دینا

ہماری خوشدامن نیز پھوپھی زاد بہن معاشی بدحالی کی شکار ہیں میں نے جو زکوۃ و فطرہ کی رقم نکالی ہے اس رقم کو ہم خواشدمن پھوپھی زاد بہن کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــــوفیق

خوشدامن اور پھوپھی زاد بہن کو اگر وہ مستحق ہوں تو ان کو زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

داماد کو زکوٰۃ کی رقم دینا:

ایک آدمی مالدار ہے اور اس کا داماد غریب ہے تو کیا اپنے داماد کو زکوۃ کی رقم دے سکتا ہے؟ اس بات کی بھی وضاحت فرمادیں کہ کن رشتہ داروں کو زکوۃ کی رقم دینا جائز ہے اور کن کو نہیں؟

الجـــــواب و باللّٰہ التـــــــوفیق

اپنے غریب داماد کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں شرعا جائز و درست ہے، صرف اپنے اصول و فروع کو اور زوجین باہم ایک دوسرے کو زکوۃ کی رقم نہیں دے سکتے ہیں، ان کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کو دینا جائز ہے بلکہ اولی ہے اور اس میں دہرا ثواب ملے گا، ایک ادائیگی زکوۃ کا اور ایک صلہ رحمی کا۔ وقید بالولاد لجوازہ لبقیة الاقارب کالاخوۃ والاعمام و الأخوال الفقراء بل ھم اولی لانه صلة وصدقة (رد المحتار ۲/ ۶۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وارث کے لیے وصیت کا شرعی حکم

عام طور پر بیوی اپنے شوہر سے یا لڑکے اپنے والد سے خدمت کا واسطہ دے کر کچھ زمین و جائیداد اپنے نام وصیت کروا لیتے ہیں اور باضابطہ کورٹ میں جا کر وصیت نامہ بنوا لیتے ہیں، شرعی اعتبار سے کیا حکم ہے، کیا قرآن کریم میں وارث کے لیے وصیت کا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

اللہ پاک کا ارشاد ہے: ''جب تم میں سے کسی پر موت کا وقت قریب آجائے اور وہ مال چھوڑ رہا ہو تو اس پر والدین اور رشتہ داروں کے لیے مناسب طریقہ پر وصیت کرنا فرض ہے، یہ تقویٰ والوں پر لازم ہے''۔ (بقرہ:۱۸۱)

آیت کریمہ میں والدین و رشتہ داروں کے لیے وصیت کا حکم ہے؛ لیکن یہ حکم اسلام کے ابتدائی زمانے کا ہے، جبکہ میراث کی آیتوں کا نزول نہیں ہوا تھا، اس وقت کا قانون یہی تھا کہ جانے والا شخص اپنے والدین و رشتہ داروں کے لیے مال و اسباب کی وصیت کر جائے، وہ جس کے لیے جتنے کی وصیت کر جاتا، اس کے مطابق میراث کی تقسیم ہوتی، اس کے علاوہ میراث کی تقسیم کا کوئی ضابطہ نہیں تھا؛ لیکن جب آیت میراث نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے وارثین اور ان کے حصے خود ہی مقرر کردیئے تو اب رشتہ داروں کے لیے وصیت کا حکم منسوخ (ختم) ہوگیا، جیسا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''إن اللّٰہ قد اعطی کل ذی حق حقه فلا وصیة لوارث''. (سنن ابی داؤد: ۲/ ۳۹۶) ''لا تجوز وصیة لوارث إلا أن یشاء الورثة''. (نصب الرایۃ للزیلعی) اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے، لہذا وارث کے لیے وصیت نہیں ہے، مگر یہ کہ ورثہ اس کو نافذ کردیں۔ لہذا اب کسی کو اپنے وارث کے لیے وصیت کی ضرورت نہیں ہے، اگر کوئی شخص اپنے کسی وارث کے لیے وصیت کرے گا، خواہ زبانی کرے یا تحریری تو یہ وصیت معتبر و نافذ نہیں ہوگی اور جس وارث کے لیے وصیت کی گئی ہے، وہ تنہا اس کا مالک نہیں ہوگا؛ بلکہ وصیت کرنے والے کا ترکہ قرار پاکر اس کے تمام ورثا کے درمیان حسب سہام شرعی تقسیم ہوگا، الا یہ کہ تمام ورثا عاقل و بالغ ہوں اور اپنی رضا و رغبت سے اس وصیت کو نافذ کردیں تو پھر وہ شخص اس وصیت کردہ مال و اسباب کا مالک ہو جائے گا۔ (الدر المختار مع رد المحتار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 57/67 شمارہ نمبر 22 مورخہ ۶/شوال المکرم ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۰/جون ۲۰۱۹ء روز سوموار

سیاسی شعور کو بیدار کیجئے

اس وقت ملک میں مسلمانوں کی آبادی پچیس کروڑ کے قریب ہے۔تعداد سے قطع نظر وہ ملک کی سب سے بڑی اقلیت یا دوسرے لفظوں میں کہیں تو دوسری بڑی اکثریت ضرور ہیں،اور اس اعتبار سے وہ نظام حکومت میں ایک اہم رول ادا کر سکتے تھے،حکومت خواہ کسی بھی پارٹی کی ہو وہ نہ تو ان کی آواز کو دبا سکتی تھی اور نہ اسے سنی ان سنی کر سکتی تھی،ان کے ملی مفاد کی ان دیکھی کرنا یا انہیں نقصان پہونچانے کی کوشش کرنا بھی اسکے لیے مشکل بلکہ ناممکن ہوتا،لیکن آج کے ہندوستان میں یہ سب خواب وخیال کی باتیں بن کر رہ گئی ہیں،مسلمان زندگی کے ہر شعبہ میں بے وقعت ہیں،ان کے مفاد کے خلاف فیصلے ہوتے ہیں،ان کے مفاد کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے،ملک کے دستور نے انہیں جو ضمانتیں دی ہیں ان کی بھی کھلی خلاف ورزی ہوتی ہے،مگر ان کے ضبط اور صبر وتحمل کا یہ عالم ہے کہ نامساعد حالات کا رونا رونے لگ جاتے ہیں،اس سے آگے بڑھنے کی ہمت کی تو حکومت وقت کا شکوہ کرنے لگ گئے،اور پھر کچھ اور ہمت جٹائی تو سازشوں کا ذکر کرنے بیٹھ گئے،مگر اپنا محاسبہ کرنا اور اپنے اندر جھانکنے کی کبھی کوئی کوشش نہیں کی،کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ ہمارے اندر کیا کمی ہے،کیا خامی ہے،کس چیز کا فقدان ہے،اور خود ہم سے کہاں کہاں کوتاہی ہو رہی ہے،ہندوستان کے مسلمان آج جس حال کو پہونچ گئے ہیں،ان کا ایک طبقہ وسیع تر ملی مفاد کے حصول وتحفظ پر توجہ دینے کے لیے یا تو تیار نہیں ہے،یا اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھتا،جب کہ اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ سیاست ہو،معیشت ہو یا روزمرہ کی معمولات زندگی،اجتماعیت کو بڑی اہمیت دیتا ہے،اتحاد عمل کا یہ مطلب نہیں کہ تمام کے تمام مسلمان کسی ایک ہی سیاسی پارٹی میں شامل ہو جائیں،ایسا ممکن بھی نہیں ہے اور شاید یہ مناسب بھی نہیں ہے،لیکن جو ملی معاملات ہیں تو ان کے لیے اتحاد عمل کا مظاہرہ یقیناً کیا جا سکتا ہے،مسلمان دوسرے اقلیتی فرقوں کو کیوں نہیں دیکھتے کہ وہ اپنی سیاسی وفاداریوں کو قائم رکھتے ہوئے اپنی قوم کے معاملات ومسائل کے لیے کس طرح باہمی متحد،مربوط اور ایک جٹ ہو جاتے ہیں اور ان کو حل بھی کرا لیتے ہیں،اور ان کی متعلقہ پارٹیاں بھی اس معاملہ میں ان کو اپنا بھرپور تعاون دیتی ہیں،مگر مسلمانوں کے ساتھ صورتحال بالکل برعکس ہے،اول تو مختلف سیاسی پارٹیوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان اپنی پارٹی کی سطح پر مسلم مسائل اٹھاتے ہیں اور اگر کسی نے ہمت سے کام لیا تو خود اسی کے جماعتی رفقاء بجائے اس کے کہ اس کو تعاون دیں وہ اس کی آواز کو خاموش کرنے کی کوشش کرتے ہیں،بالفرض اگر ایسا نہیں ہوا اور ان کی آواز پارٹی کے اندرون خانہ سے باہر آتی ہے تو دوسری پارٹیوں کے لیڈر اس سے بے اعتنائی برتتے ہیں،اس کی دو وجہ ہے،ایک کا تعلق جماعتی تعصب سے ہے اور دوسری کا اس خوف سے ہوتا ہے کہ اگر حریف کی آواز میں آواز ملائی تو پارٹی سے نکالے جائیں گے،نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے مسائل یوں ہی پڑے رہ جاتے ہیں،پھر جب الیکشن کا زمانہ آتا ہے تو تمام سیکولر پارٹیوں کو ان کے مسائل،ان کے دکھ درد اور ان کی پسماندگی کی یاد بے چین کر دیتی ہے،لیکن جیسے ہی انتخابی نتائج کا اعلان ہوا انہیں مسلمان یاد کیا رہیں گے کہ وہ ان کا استحصال شروع کر دیتے ہیں،ماضی میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور اس مرتبہ کے جنرل الیکشن میں بھی یہی دیکھنے کو ملا،اس طرح مسلمان اپنے کو ٹھگا ہوا محسوس کرتا ہے،اس سے ہماری سیاسی بے وزنی اور کمزوری ظاہر ہوتی ہے،جو اس بات کی مظہر ہے کہ مسلمانوں کے اندر سیاسی بیداری کی کمی ہے،او اجتماعی مفاد پر خصوصیت کے ساتھ توجہ نہیں دیتے،جس ملت کا سیاسی شعور بیدار ہوتا ہے وہ ملت ایسی نہیں جیسی کہ ہندوستانی مسلمان،البتہ کچھ استثناء کے ساتھ۔کوئی ملت سیاسی اعتبار سے کتنی بیدار ہے اس کا اندازہ انتخابی عمل کے دوران بخوبی ہو جاتا ہے کہ اس کے کتنے فیصد افراد اس عمل میں سنجیدگی کے ساتھ حصہ لیتے ہیں،۲۰۱۹ء کے جنرل الیکشن میں بھی اس کا مشاہدہ ہوا کہ ملک کے سیاسی بازیگروں نے مسلمانوں کے ووٹ کو بینک بیلنس کے طور پر استعمال کیا،اب آگے دیکھنا ہوگا ان کے مسائل سے انہیں کتنی دلچسپی رہتی ہے۔

ڈرامائی سیاست

گزشتہ ۳۰/مئی کو این ڈی اے حکومت کے نئے کابینہ میں جے ڈی یو کو جگہ نہیں ملنے کے بعد بہار میں لگاتار ڈرامائی سیاسی واقعات رونما ہو رہے ہیں اور ان واقعات کے ساتھ ہی طرح طرح کے قیاس بھی لگائے جا رہے ہیں۔قیاس اس لئے بھی لگائے جا رہے ہیں کہ ماضی میں ایسے ہی سیاسی واقعات کے بعد یہاں کے سیاسی فارمولے کئی دفعہ بدل چکے ہیں۔چاہے وہ نتیش کا این ڈی اے سے باہر آنا ہو،آر جے ڈی کے ساتھ ملکر بہار اسمبلی کا انتخاب لڑنا ہو یا پھر سال ۲۰۱۷ء کے درمیان میں این ڈی اے میں نتیش کمار کی ''گھر واپسی'' ہو۔۲۰۱۹ء کے عام انتخابات میں بی جے پی کو اکیلے میجک فیگر سے زیادہ سیٹیں ملنے سے این ڈی اے کی معاون جماعتوں کو بہت زیادہ توجہ نہیں ملنے والی۔چاہے وہ جے ڈی یو ہو یا کوئی اور۔اس کی پہلی جھلک تب ملی جب این ڈی اے کے نئے کابینہ میں جے ڈی یو کے محض ایک رکن پارلیامان کو شامل کرنے کی تجویز دی گئی۔جے ڈی یو نے اس تجویز کو اس بنا پر نامنظور کر دیا کہ ہمیں تناسب کے لحاظ سے کابینہ میں جگہ نہیں دی گئی۔جے ڈی یو کی دلیل تھی کہ ایل جے پی کے چھ رکن پارلیامان ہیں،تو اس کو ایک وزیر کا عہدہ ملا،لیکن جے ڈی یو کے ۱۶/رکن پارلیامان ہیں،تو اس کو بھی ایک ہی عہدہ کیوں دیا گیا۔

بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے اس کو لے کر پریس کانفرنس کر کے صاف لہجے میں کہہ دیا کہ وہ کابینہ میں علامتی نمائندگی نہیں چاہتے ہیں۔البتہ ان کی پارٹی حکومت کے ساتھ ہے اور رہے گی۔انہوں نے کہا کہ بی جے پی کو مکمل اکثریت ہے اور ہماری مکمل حمایت ہے،لیکن ان کی بات سے لگا کہ این ڈی اے کی معاون جماعتوں کو اور جے ڈی یو کو بھی وہ علامتی طور پر نمائندگی دینا چاہتے ہیں۔انہوں نے آگے کہا کہ وہ (بی جے پی) ایک سیٹ دینا چاہتے تھے،ہم نے جے ڈی یو کی کور ٹیم کے ساتھ میٹنگ کی اور یہ تجویز رکھی،تو سبھی نے کہا کہ یہ تجویز ٹھیک نہیں ہے۔

نتیش کمار نے اٹل بہاری واجپائی کی حکومت کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ پہلے بھی تناسب کے لحاظ سے شراکت داری ہوتی تھی،اس لئے نئے کابینہ میں بھی شراکت داری تناسب کی ہونی چاہیے۔این ڈی اے کابینہ کی حلف برداری کے تقریب پروگرام کے فوراً بعد بہار کی نتیش حکومت کی طرف سے خبر آئی کہ نتیش حکومت بھی کابینہ کی توسیع کرے گی۔اس اعلان کے ساتھ ہی یہ افواہ بھی اڑی کہ نتیش کمار مرکزی کابینہ کا بدلہ بی جے پی سے ریاستی کابینہ میں لیں گے۔یہ افواہ صحیح ثابت ہوئی اور گزشتہ دو جون کو بہار میں جن آٹھ نئے وزراء نے حلف لیا،ان میں بی جے پی کا ایک بھی نمائندہ نہیں تھا۔نتیش کمار نے بعد میں میڈیا کے سامنے صفائی دی کہ جو عہدے خالی تھے،وہ جے ڈی یو کوٹہ کے تھے،اس لئے بی جے پی کو نمائندگی نہیں ملی۔نتیش جب میڈیا سے بات کر رہے تھے،تو نائب وزیر اعلیٰ سشیل کمار مودی بھی بغل میں کھڑے تھے۔مگر ان کے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔کابینہ کونسل کی توسیع کے بعد چلا افطار کا دور۔جے ڈی یو،بی جے پی،آر جے ڈی اور ہندوستانی عوام مورچہ (سیکولر) نے الگ الگ افطار پارٹیاں دیں۔

بی جے پی کی افطار پارٹی میں نتیش کمار نہیں پہنچے،تو جے ڈی یو کی افطار پارٹی سے بی جے پی نے دوری بنائی۔ہاں،جیتن رام مانجھی نے افطار پارٹی دی،تو نتیش کمار اس میں شامل ہوئے اور رام ولاس پاسوان نے افطار پارٹی کی،تو نتیش کمار اور سشیل مودی نے اس میں شرکت کی۔۲۰۱۷ء میں نتیش کمار کے مہاگٹھ بندھن سے الگ ہونے کے بعد آر جے ڈی کی طرف سے کئی بار یہ بیان آیا کہ نتیش کمار اگر دوبارہ مہاگٹھ بندھن کا حصہ بننا چاہیں گے،تو ان کو جگہ نہیں ملے گی۔لیکن ۲۰۱۹ء کے عام انتخاب میں مہاگٹھ بندھن کی سخت شکست کے بعد آر جے ڈی سمیت دیگر اتحادی پارٹیاں نتیش کمار کو لے کر خاموش ہیں۔انتخابی نتیجہ کے بعد کوئی بھی رہنما نتیش پر زبانی حملہ نہیں کر رہا ہے۔سمجھا جا رہا ہے کہ آر جے ڈی اور دیگر پارٹیاں اندر خانے اس قواعد میں لگی ہوئی ہیں کہ نتیش کمار دوبارہ مہاگٹھ بندھن میں شامل ہو جائیں۔بی جے پی اور جے ڈی یو کے درمیان بڑھی تلخی کو مہاگٹھ بندھن ایک سنہرے موقع کی طرح دیکھ رہا ہے اور وہ کسی بھی صورت میں اس کا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔راجد کے سینئر رہنما رگھونش پرساد سنگھ نے تو نتیش کمار کو مہاگٹھ بندھن میں آنے کا دعوت نامہ بھی دے دیا ہے۔انہوں نے کہا کہ نتیش جی یقینی طور پر اکھاڑہ بدلیں گے،لیکن کوئی بھی اس کی پیشین گوئی نہیں کر سکتا ہے کہ وہ کب کریں گے یا کیا کریں گے،ایسا پہلی بار نہیں ہو رہا ہے،ایسا پہلے بھی کئی بار ہو چکا ہے،یہ حیرت انگیز نہیں ہے۔میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ بہار میں بی جے پی کے خلاف سبھی لوگ ساتھ آئیں۔وہیں،رابڑی دیوی نے بھی کہا کہ نتیش کمار مہاگٹھ بندھن میں شامل ہو سکتے ہیں۔حالانکہ جے ڈی یو رہنما اجئے آلوک نے اس بیان پر رد عمل کرتے ہوئے ٹوئٹ کیا کہ کس نام سے ہمارے رہنما کو یہ لوگ بلاتے تھے؟ یاد آیا کہ نہیں اور آج ووٹ کی چوٹ کیا لگی تو چچا یاد آنے لگے! بلا رہے ہیں،بھائی لوگ آپ ہی بتائیں اب جب بھینس پانی میں چلی گئی تو ہم کیوں نکالیں؟ مرکزی کابینہ میں علامتی نمائندگی سے جے ڈی یو کا انکار،ریاستی کابینہ کی توسیع میں بی جے پی کو جگہ نہیں ملنے،افطار پارٹیوں میں غیر موجودگی اور آر جے ڈی کا بیان؛ان سارے واقعات کا سیاسی نتیجہ کیا نکلے گا؟

اس سلسلہ میں ماہرین کا کہنا ہے کہ ان واقعات کے نتیجہ کو لے کر جتنے بھی خدشات کے اظہار کئے جا رہے ہیں،ان سب کی بنیاد ہے۔مرکزی کابینہ میں جے ڈی یو کو جگہ نہیں ملنے سے لے کر کابینہ کونسل کی توسیع تک جو کچھ ہوا،اس سے صاف ہے بی جے پی اور جے ڈی یو کے درمیان کیسا رشتہ پل رہا ہے۔ہاں،بی جے پی اس پر پردہ ضرور ڈالے رکھنا چاہتی ہے،لیکن نتیش کمار گاہے بہ گاہے یہ پردہ ہٹاتے رہتے ہیں تاکہ بی جے پی پر دباؤ بنا رہے۔بی جے پی کی یہ کوشش ہے کہ بہار میں وہ جے ڈی یو کو حاوی نہیں ہونے دے۔اور اگر ایسا ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ نتیش کمار این ڈی اے سے باہر ہو جائیں۔کیونکہ نتیش کمار ایسے اتحاد کا حصہ بننے کے خواہش مند رہتے ہیں،جہاں ان کی حالت مضبوط ہو۔این ڈی اے کابینہ میں جے ڈی یو کی شراکت داری پر بی جے پی کے دوٹوک جواب سے پتہ چلتا ہے کہ اب این ڈی اے بہار میں بھی ان کی حالت مضبوط نہیں رہے گی۔سیاسی تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ ابھی بی جے پی اور جے ڈی یو کے درمیان جو کھینچ تان ہے،وہ عام انتخاب کا ہی نتیجہ ہے۔دونوں ہی پارٹیاں بہار این ڈی اے میں خود کو ایک دوسرے سے اوپر رکھنا چاہ رہی ہیں۔بی جے پی کی پہلی ترجیح مرکز میں حکومت بنانے کی تھی۔دہلی میں حکومت بن گئی ہے،تو اب وہ پٹنہ پر فوکس کرے گی،بی جے پی اب چاہ رہی ہے کہ بہار میں اپنی حالت مضبوط کرے۔اس سے آنے والے وقت میں نتیش کی پریشانی بڑھے گی۔

کامن سول کوڈ،رام مندر اور تین طلاق کے مدعے پر جے ڈی یو کے خیالات بی جے پی سے بالکل الگ ہیں۔اس کو لے کر نتیش کمار کئی دفعہ عوامی طور پر بیان دے چکے ہیں۔لیکن ۲۰۱۹ء کے عام انتخاب میں انہوں نے ان مسائل پر بہت کم بات کی۔سیاسی تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ جے ڈی یو اپنی خاص حکمت عملی کے تحت ان مسائل پر خاموش رہی۔دراصل جے ڈی یو رہنماؤں کو لگ گیا تھا کہ بی جے پی کے حق میں ہوا ہے،ایسے میں اگر ان حساس مسئلوں کو اٹھایا گیا،تو بی جے پی کے ووٹر ناراض ہو جائیں گے اور جے ڈی یو کو ووٹ نہیں ڈالیں گے۔اب جب بی جے پی کو اپنی طاقت پر اکثریت سے زیادہ سیٹیں مل گئی ہیں،تو مانا جا رہا ہے کہ وہ ان مسائل پر کڑے فیصلے لے سکتی ہے۔ایسی حالت میں بھی این ڈی اے کے ساتھ بنے رہنے سے نتیش کمار کی امیج کو نقصان پہنچے گا۔دوسری طرف گریراج سنگھ جیسے رہنماؤں کو بی جے پی کے ذریعے ترجیح دیا جانا بھی نتیش کمار کی پریشانی کا سبب بنیگا۔افطار پارٹی میں ٹوپی پہنے نتیش کمار،رام ولاس پاسوان،جیتن رام مانجھی اور سشیل مودی کی تصویروں کو لے کر تبصرہ کر کے بی جے پی رہنما اور مرکزی وزیر گری راج سنگھ نے اپنا کام شروع بھی کر دیا ہے۔اب دیکھنا ہے کہ بہار کی ڈرامائی سیاست کا اونٹ اس بار کس کروٹ بیٹھتا ہے!!

خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مولانا نور الحق رحمانی المعھد العالی امارت شرعیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کے پرانے ساتھی اور مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے، آپ کے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے خلیفہ وجانشیں منتخب ہوئے، آپ قریش کے بہت ہی معزز، متمول، بااثر اور ہر دل عزیز فرد تھے، آپ کا نسب چھٹی پشت میں مرہ بن کعب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے، اسلام سے قبل آپ کا نام عبدالکعبہ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر عبداللہ رکھ دیا، اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کو دوزخ سے آزاد ہونے کی بشارت دی گئی، اس لیے آپ عتیق کے لقب سے پکارے گئے، معراج کے واقعہ کی جب آپ کو خبر دی گئی، تو آپ نے اس کی تصدیق کی اس لیے صدیق کے لقب سے ملقب کیے گئے اور یہ آپ کے نام کا جزو قرار پایا، آپ کے والد کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ ہے، فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے، آپ کی ماں کا نام سلمیٰ بنت صخر ہے، جو ابوقحافہ کی چچازاد بہن ہیں، ام الخیر کے نام سے مشہور ہوئیں یہ بھی شروع ہی میں مشرف بہ اسلام ہوئیں، آپ کا تعلق قریش کی معزز شاخ بنوتمیم سے ہے، جن کے ذمہ خون بہا اور تاوان کا فیصلہ تھا، آپ کی سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بہت مشابہ تھی، زمانہ جاہلیت میں آپ نے کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا، نہ کبھی بت پرستی کی، آپ کا پیشہ تجارت تھا، جو خلافت تک جاری رہا، آپ عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف دو سال چھوٹے تھے، بعثت نبوی کے وقت آپ کی عمر ۳۸؍سال تھی، اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کی تبلیغ میں آپ کے دست راست بن گئے، آپ کی تبلیغ سے جن حضرات نے اسلام قبول کیا، ان میں پانچ حضرات عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، یعنی حضرت عثمان غنیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت عثمان بن مظعونؓ بھی انہیں کی دعوت پر ایمان لائے، اسی طرح حضرت ابوعبیدہؓ، ابوسلمہؓ اور خالد بن سعیدؓ بھی انہیں کی دعوت پر ایمان لائے۔

اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی نصرت واعانت میں اپنی جان ومال سے ہمیشہ پیش پیش رہے سفر ہجرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا، مکہ کی پرخطر زندگی میں ہر مرحلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پشت پناہ رہے، حضرت بلالؓ، عامر بن فہیرہؓ اور بہت سے غلاموں کو ان کے مالک سے خرید کر آزاد کیا، مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے جو زمین دو یتیم بچوں سے خریدی گئی، اس کی قیمت آپ نے اپنی طرف سے ادا فرمائی، غزوۂ تبوک کے موقع پر آپ نے اپنے گھر کا سارا اثاثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر پیش کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حادثہ مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا حادثہ تھا، اس نازک موقع پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امت کو سنبھالا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر وارفتگی کی حالت طاری تھی، وہ تلوار نکال کر مسجد نبوی کے باہر کھڑے ہوگئے اور پکار پکار کر کہنے لگے کہ جو کوئی یہ کہے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے ہیں، میں اس کا سر قلم کر دوں گا، حضرت صدیق اکبرؓ کو خبر ہوئی تو سیدھے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں تشریف لائے، چادر ہٹا کر چہرۂ انور کو غور سے دیکھا، پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ کی قسم آپ پر دو موتیں جمع نہ ہوں گی، وہ موت جو آپ کے لیے مقدر تھی، اس کا مزہ آپ چکھ چکے، اس کے بعد پھر کبھی آپ پر موت نہیں آئے گی، پھر باہر تشریف لائے اور حضرت عمرؓ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا انکار رہے تھے فرمایا، بیٹھ جاؤ اور کھڑے ہوکر یہ خطبہ دیا: جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، اسے معلوم ہونا چاہئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں، اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ زندہ ہے اور اسے موت نہیں آتی۔ اس کے بعد سورۂ آل عمران کی وہ آیت تلاوت فرمائی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی ہے، یعنی "وَ مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ" (آل عمران) محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں تو کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا وہ قتل کر دیے جائیں تو تم الٹے پاؤں واپس ہو جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں واپس ہو جائے تو وہ اللہ کا ہرگز کچھ نہیں بگاڑے گا۔

اس تقریر کو سن کر سب کا دل مطمئن ہوا اور یقین آگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی وفات پا چکے ہیں، اور ایسا محسوس ہوا کہ یہ آیت کریمہ ابھی ابھی نازل ہوئی ہے۔ اب آپ ﷺ کی تجہیز وتکفین کا مسئلہ تھا، دوسری طرف یہ خبر ملی کہ انصار مدینہ سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے مسئلہ میں گفتگو کر رہے ہیں، یہ بڑا ہی نازک موقع تھا، خطرہ تھا کہ کہیں منافقین خلافت کے مسئلہ کو لے کر کوئی فتنہ نہ برپا کر دیں، اس لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو ساتھ لے کر فوراً سقیفہ بنوساعدہ میں تشریف لائے، جو انصار کا ایک محلّہ تھا، یہاں انصار کے دو قبیلے اوس اور خزرج رہتے تھے، حضرت سعد بن عبادہؓ قبیلہ خزرج کے سردار تھے، ان کے مکان سے متصل ایک وسیع نشست گاہ اور چبوترہ تھا، اس کے اوپر سائبان پڑا ہوا تھا، اسی کا نام سقیفہ بنوساعدہ تھا، مشورہ کے لیے مسلمان وہیں اکٹھا ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر انصار اسی وسیع چبوترہ میں جمع ہوئے، اس مجمع میں تقریباً سبھی انصار تھے، ایک دو مہاجر بھی اتفاقاً وہاں موجود تھے، چونکہ اس محلّہ میں کچھ مہاجرین کے گھر بھی تھے، یہاں جمع ہوکر انصار خلافت کے بارے میں مشورہ کرنے لگے، ان کا دعویٰ تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی میں انہیں بھی حصہ ملنا چاہئے، اور مہاجرین کے ساتھ ان کی جماعت کا بھی ایک امیر ہونا چاہئے، پہلے تو انہوں نے چاہا کہ حضرت سعد بن عبادہ کو خلیفہ نامزد کر دیا جائے، لیکن جب انہوں نے محسوس کیا کہ تنہا انصار کی خلافت تسلیم نہیں کی جا سکتی، تو انہوں نے کہنا شروع کیا کہ "منا امیر و منکم امیر" کہ ایک امیر ہم انصار میں سے ہوں اور ایک مہاجرین میں سے، لیکن یہ بات اصولاً غلط تھی کہ کسی جماعت اور امت کے دو سردار ہوں، اس کا انجام بگاڑ اور انتشار کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے۔ "لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا" (القرآن) یہ ممکن تھا کہ تنہا انصار ہی سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیا جاتا، لیکن تمام قبائل عرب اور مہاجرین ان کی خلافت پر متفق نہیں ہو سکتے تھے، اور ان کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کر سکتے تھے۔ یہ بات بالکل صحیح تھی کہ دین کی راہ میں اور اس کے غلبے اور فروغ میں ان کی عظیم قربانیاں تھیں، لیکن مہاجرین کی قربانیاں ان سے زیادہ تھیں کہ سب سے پہلے انہوں نے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا اور اس کی خاطر ہر طرح کی سختیاں برداشت کیں اور مکمل تیرہ سال تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا ان سے دین سیکھا، پھر ان کے ساتھ ہجرت کی اس لیے دین کے سلسلہ میں وہی اصل الاصول تھے اور باقی لوگ ان کے تابع تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب وہاں پہونچے تو دیکھا کہ خلافت کے مسئلہ کو لے کر ہنگامہ برپا ہے اور عجیب انتشار اور افراتفری کا ماحول ہے، آپ نے امت کو پھر سنبھالا اور اختلاف سے بچایا اور فرمایا کہ امراء ہماری جماعت میں سے ہوں اور وزراء تمہاری جماعت (انصار) میں سے ہوں اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی کہ "الأئمة من قريش" یعنی امیر اور امام قریش میں سے ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث اور ہدایت ایسے ہی موقع کے لیے تھی اور امت کو اختلاف وانتشار سے بچانے کے لیے تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصار کے اس مجمع سے خطاب کرنا چاہا لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں روک دیا، اس لیے کہ کچھ دیر قبل وہ ان کی وارفتگی کی حالت دیکھ چکے تھے، اس لیے انہیں اندیشہ ہوا کہ یہاں بھی وہ کہیں فرط جوش اور وفور غم میں اسی طرح کی بات نہ کہہ گذریں، اس لیے انہوں نے خود نہایت متانت وسنجیدگی اور سکون ووقار کے ساتھ مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے آپ کہ فضائل اور محاسن سے انکار نہیں ہے، لیکن درحقیقت تمام عرب قریش کے سوا کسی کی حکومت تسلیم ہی نہیں کر سکتے، پھر مہاجرین اپنے تقدم اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاندانی تعلقات کے باعث نسبتاً آپ سے زیادہ استحقاق رکھتے ہیں، یہ دیکھو ابوعبیدہ ابن الجراح اور عمر بن خطاب موجود ہیں، ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیش قدمی کر کے خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اور کہا کہ نہیں بلکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، کیوں کہ آپ ہمارے سردار اور لوگوں میں سے سب سے بہتر ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ (بخاری: ۱/ ۵۱۸)

اور واقعی صحابہ کرام (مہاجرین وانصار) کے اس مجمع میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے زیادہ بزرگ وبہتر اور بااثر کوئی اور نہ تھا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار تھے، اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ ﷺ کے حکم سے مسجد نبوی میں نماز پنج گانہ کی امامت کے فرائض انجام دے چکے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت کے دوران سترہ نمازیں آپ نے پڑھائیں، اس لیے صحابہ کی جماعت میں آپ ﷺ کی خلافت کے لیے حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ موزوں شخصیت کوئی اور نہیں ہوسکتی تھی، اس لیے سب نے باتفاق آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی اور سب نے اس انتخاب کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی بیعت کے بعد سارا مجمع بیعت کے لیے ٹوٹ پڑا اور خلافت کے مسئلہ کو لے کر جو فتنہ اور طوفان رونما ہونے کا خطرہ تھا دفعتاً رک گیا اگلے دن مسجد نبوی میں عام بیعت ہوئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز وتکفین عمل میں آئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جہاں انتقال ہوا تھا دفن کیے گئے، عمومی بیعت کے بعد آپ ۱۲؍ربیع الاول ۱۱ھ کو مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور ممبر رسول پر بیٹھ کر صحابہ کرام سے درج ذیل خطاب فرمایا:

"لوگو! میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں، حالاں کہ تمہاری جماعت میں سب سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کام کروں تو میری اطاعت کرو، اور اگر کج روی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دو، سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت، تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں دوسروں سے اس کا حق اس کو نہ دلا دوں اور تمہارا قوی شخص بھی میرے نزدیک ضعیف ہے، یہاں تک میں اس سے دوسروں کا حق نہ حاصل کرلوں، یاد رکھو جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے، خدا اس کو ذلیل اور خوار کر دیتا ہے، اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے، اللہ اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے، اگر میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو اور اگر اس کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں ہے۔" (طبقات ابن سعد: ۳/ ۱۲۹، البدایۃ النہایہ: ۶/ ۳۰۱)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دست مبارک پر تمام مہاجرین وانصار کے اجتماعی بیعت کے بعد خلافت کے مسئلہ کو لے کر جو عارضی اختلاف ونزاع پیدا تھا یکایک ختم ہوگیا اور سب لوگ پہلے کی طرح باہم شیر وشکر ہوگئے۔ لیکن حضرت صدیق اکبرؓ کو اپنی خلافت کے آغاز میں ہی بڑی مشکلات، اہم حوادث اور سنگین فتنوں اور چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن انہوں نے صبر واستقامت، عاقبت اندیشی، شجاعت وعزیمت اور ایمانی بصیرت سے ان تمام سخت حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور تمام فتنوں کا سر کچل ڈالا۔ خاص طور پر منکرین زکوٰۃ سے مقابلہ کرنے کے سلسلہ میں آپ نے بہت سخت موقف اختیار کیا اور کہا کہ میرے زندہ رہتے ہوئے دین میں کتر وبیونت ہو، کمی بیشی کی جائے میں اسے گوارہ نہیں کرسکتا، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ایک ساتھ کیا ہے، دونوں اسلام کے بنیادی اور لازمی اجزاء ہیں، جو ان دونوں میں فرق کرے گا، ایک کو مانے گا دوسرے کا انکار کرے گا تو میں اس سے قتال کروں گا، زکوٰۃ اسلام کا ایک رکن ہے اور اس کا انکار موجب کفر ہے، اگر کوئی فرد یا جماعت اس کا انکار کرے تو وہ مرتد اور واجب القتال ہے، حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے سامنے آنے کے بعد تمام صحابہ ان کی رائے سے متفق ہوگئے، بالآخر ان منکرین زکوٰۃ کی سرکوبی کے لیے فوجیں روانہ کی گئیں اور بعض قبائل مثلاً بنی عبس اور بنی ذبیان کے مقابلہ کے لیے خود تشریف لے گئے اور انہیں زیر کیا، صدیق اکبرؓ کی اس استقامت عزیمت اور اپنے موقف پر سختی کے ساتھ جمے رہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ انکار زکوٰۃ کا فتنہ بھی دب گیا اور منکرین نے بھی زکوٰۃ ادا کر دی اور بہت سے لوگوں نے خود مدینہ میں حاضر ہوکر زکوٰۃ بیت المال میں جمع کیا۔ اس طرح وہ تمام فتنے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دفعتاً رونما ہوئے تھے، سب کا خاتمہ ہوگیا اور اسلام نے گویا دوبارہ زندگی پائی۔ ۲۲؍جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو تریسٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی، آپ کی خلافت کا زمانہ دو سال دو مہینہ اور دس دنوں تک رہا۔

تقویٰ - رمضان المبارک کا اصل تحفہ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

رمضان المبارک کا مہینہ اپنی رحمتوں، برکتوں اور سعادتوں کے ساتھ رخصت ہو چکا ہے، ہر شخص اپنے دامن اور ظرف کے لحاظ سے ماہ رمضان کی سعادتوں کو سمیٹ چکا، خدا کی نعمتوں اور سعادتوں کو حاصل کرنے سے زیادہ اہم یہ ہے کہ ان کی حفاظت کی جائے، حفاظت سے مراد یہ ہے کہ رمضان المبارک میں خیر کو قبول کرنے اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کو بجالانے کی جو توفیق میسر آئی ہے، وہ دوسرے دنوں میں بھی باقی رہے، اسی کو قرآن مجید نے تقویٰ سے تعبیر کیا ہے۔ ”**یا أیها الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ/۱۷۸)**

اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، شاید کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

تقویٰ کیا ہے؟ اللہ کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچانا، یہ نافرمانی دو طریقوں پر ہوتی ہے، ایک اللہ تعالیٰ کے حکم کو توڑ کر، دوسرے بندوں کے ساتھ ظلم کر کے؛ اور اس نافرمانی اور ظلم و ناانصافی کا سبب دو چیزیں ہوتی ہیں: بہتر سے بہتر غذا کی طلب اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کا تقاضہ، روزہ ان دونوں خواہشات پر روک لگاتا ہے، صبح صادق سے لے کر سورج غروب ہونے تک روزہ دار حلال چیزیں بھی نہیں کھا سکتا اور اس پورے وقت میں وہ اپنی بیوی سے بھی اپنی ضرورت پوری نہیں کرتا، حالانکہ یہ باتیں عام حالات میں مباح اور جائز ہیں، پھر اگر کوئی شخص ایک ماہ اپنے آپ کو جائز خواہشات سے بھی روکنے پر قادر ہو جائے تو باقی گیارہ مہینوں میں کم سے کم وہ اپنے آپ کو حرام سے تو بچا سکے گا، اگر تیس دن روزہ رکھنے کے باوجود ایک شخص کے اندر یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس نے اس فریضہ کو صحیح جذبہ کے ساتھ انجام نہیں دیا۔

آیئے! ہم خدا سے عہد کریں کہ عام طور پر ہم سے جو گناہ سرزد ہوتے ہیں اور خدا کے بندوں کے ساتھ جو ظلم و زیادتی روا رکھی جاتی ہے، کم سے کم ان سے ہم اپنے آپ کو بچائیں گے، اور اپنی زندگی میں ایک ایسا انقلاب لائیں گے جو صالح انقلاب ہوگا، جس میں گناہوں سے نفرت ہوگی، جس میں نفس کی غلامی سے آزادی ہوگی، جس میں کردار و عمل کی پاکیزگی ہوگی اور جس میں فکر و نظر کی سلامتی ہوگی۔

رمضان المبارک آتا ہے اور مسجدیں تنگ پڑنے لگتی ہیں، نچلی اور بالائی منزل بھر کر چھتوں پر اور سڑکوں پر نمازی ہوتے ہیں، نمازیوں کی کثرت کے لحاظ سے ہر نماز میں نماز جمعہ کا گمان ہوتا ہے، لیکن ادھر رمضان گذرا اور ادھر مسجدیں ویران ہوئیں، اب ایک دو صفیں بھی مشکل سے نظر آتی ہیں، یہ کیوں ہوا؟ اس لیے کہ رمضان المبارک میں اپنے خالق و مالک کی ذات کا جو استحضار تھا اور اس کی خوشنودی و رضا جوئی کا جو جذبہ کارفرما تھا، اب وہ ختم ہو چکا ہے، محبت کی آگ بجھ گئی ہے، اور خشیت کے شعلے خاکستر ہو گئے ہیں، اس لیے اس بات کا عزم کیجئے کہ آج بھی آپ اس سے بے نیاز اور مستغنی نہیں ہو سکتے اور جس خدا کے خوف نے کل آپ کا سر جھکایا تھا، آج بھی اس کی ذات پوری جلال و قدرت کے ساتھ موجود ہے۔

دوسرا جو گناہ سماج میں دن بدن بڑھتا جا رہا ہے، وہ ہے کسب معاش میں حلال و حرام کے احکام سے بے اعتنائی کا، حالانکہ حرام ذرائع سے حاصل ہونے والی چیزوں کو کھانا اور استعمال کرنا عبادتوں کو بھی بے اثر کر دیتا ہے، اور انسان کی دعائیں بھی اس کی وجہ سے رد کر دی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سود کے گناہ کے ۷۰؍درجات ہیں اور ان میں سب سے کم تر درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ برائی کرے، بینک میں جو رقم ڈپازٹ کی جاتی ہے اور جمع کی ہوئی رقم سے زیادہ بینک ادا کرتا ہے، وہ بھی سود ہی ہے، اور کتنے ہی لوگ ہیں جو ایسے سود کو اپنی خوراک بنا رہے ہیں، نیز کس قدر شرم اور افسوس کی بات ہے کہ جب پولیس فینانسروں پر دھاوا بولتی ہے، تو ان میں زیادہ تر مسلمان ہی نکلتے ہیں، جو غریبوں کو معمولی قرض دے کر بہت زیادہ تناسب سے سود وصول کیا کرتے ہیں، یہ سودی قرضے متعدد لوگوں کی خودکشی اور سربراہان خاندان کی خودکشی کی وجہ سے پورے خاندان کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ قمار خانوں میں بھی اچھی خاصی تعداد مسلمان جوئے بازوں کی ہوتی ہے، مسلمان محلوں میں شطرنج اور تاش کی لعنت عام ہے، بہت سے مسلمان مزدور اونچے انعامات کی حرص میں لاٹری پر لاٹری خریدتے جاتے ہیں اور اس طرح ان کی گاڑھی کمائی جوئے بازوں کی نذر ہو جاتی ہے، تجارت میں دھوکہ دہی، عیب پوشی اور جھوٹ کی وبا عام ہو چکی ہے، یہ سب کمانے اور پیسے حاصل کرنے کے ایسے طریقے ہیں، جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے سود سے، جوئے سے اور تجارت میں بددیانتی اور دھوکہ دہی سے بچنے کا عزم مصمم کر لیجئے اس سے آپ کی آخرت بھی سنور جائیگی اور دنیا میں بھی آپ باعزت اور نیک نام ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اسراف اور فضول خرچی سے منع فرمایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو اور غسل میں بھی ضرورت سے زیادہ پانی کے استعمال کو منع فرمایا ہے، چہ جائے کہ بلا ضرورت اور بے مقصد پیسے خرچ کیے جائیں، لیکن اس وقت فضول خرچی کا رجحان عام ہو چکا ہے، مکانات کی تزئین اور آرائش پر اتنا خرچ کیا جاتا ہے کہ اس میں کئی مکانات بن سکتے ہیں، فرنیچر خریدنے اور مختصر عرصہ کے بعد فرنیچر کی تبدیلی پر بے تحاشا رقمیں خرچ کی جاتی ہیں، معمولی دعوتوں میں بھی حد سے زیادہ تکلف کیا جاتا ہے، انواع و اقسام کے سالن اور میٹھے اور زیادہ سے زیادہ مقدار میں کھانے بنائے جاتے ہیں، یہاں تک کے کھانے کی اچھی خاصی مقدار پھینک دی جاتی ہے، شادی کی دعوتوں میں جو فضول خرچیاں ہوتی ہیں، وہ تو سب سے سوا ہیں، حالانکہ ہمارے معاشرہ میں اللہ کے کتنے ہی محتاج بندے ہیں، جن کے پاس سر چھپانے کے لیے جھونپڑی تک نہیں ہے، اور جنہیں کھانے کے لیے دو روٹی بھی میسر نہیں ہے، کیا قیامت کے دن اس کے بارے میں پوچھ نہیں ہوگی؟

طے کر لیجئے کہ ایسے اسراف اور فضول خرچی سے بھی بچیں گے، اور ان ہی پیسوں کو اچھے کاموں میں خرچ کریں گے، اگر دین اور قوم کے لیے خرچ کرنے کی توفیق میسر آ جائے تو کیا کہنا! لیکن اگر دل اس کے لیے تیار نہ ہو تو کم سے کم اس کو اپنے اور اپنے بال بچوں کے بہتر مستقبل کے لیے خرچ کیجئے، بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلایئے، صنعتیں لگایئے، دکانیں کھولیے اور کارخانے قائم کیجئے، تاکہ ان پیسوں سے آپ کا مستقبل سنور سکے، کچھ غریبوں کے لیے روزی روٹی کا سامان میسر آ جائے اور ذلت و پستی کا طعنہ کھانے والی امت کا سر بھی بلند ہو۔

انسانوں کے ساتھ ظلم کی جو صورتیں مروج ہیں، ان میں دو باتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں، ایک تو شادی بیاہ کے موقع سے لین دین، ، صرف حیدرآباد میں ہی ہزاروں لڑکیاں ایسی موجود ہیں جن کی عمریں تیس سال سے زیادہ ہو چکی ہیں اور ان کی شادی نہیں ہوئی ہے، وہ تعلیم یافتہ بھی ہیں، ہنرمند اور سلیقہ شعار بھی ہیں، شکل و صورت کی بھی بری نہیں ہیں، ان کا صرف ایک قصور ہے کہ وہ غریب ہیں، دولت مند نہیں، ان کا دامن مال سے خالی ہے، اس جرم بے گناہی کی سزا انہیں اس طرح مل رہی ہے کہ ان کی جوانیاں گذر گئیں یا گذرنے کو ہیں اور ان کے ہاتھ پیلے نہیں ہو سکے۔

جب قحبہ گری کے خلاف چھاپے پڑتے ہیں اور جوان لڑکیاں پکڑی جاتی ہیں تو ایسے واقعات پر لعن طعن کی جاتی ہے، جب بیرون ملک کے معمر شہریوں سے کمسن لڑکیوں کے نکاح کا واقعہ پیش آتا ہے تو یہ میڈیا کا موضوع بن جاتا ہے اور کبھی ان معمر مردوں اور کبھی ان کمسن بچیوں کے والدین کو کوسا جاتا ہے، لیکن کیا کبھی آپ نے سوچا کہ یہ واقعات کیوں ظہور میں آتے ہیں، اس میں جتنا قصور ان لڑکیوں کا یا ان کے والدین کا ہوتا ہے، اس سے زیادہ قصور ہمارے سماج کا ہے، جس نے لڑکی والوں سے بیجا مطالبات کی رسم کو تقویت پہونچائی، ورنہ کون ماں باپ اپنی پھول جیسی بچیوں کو بے رحم مستقبل کے حوالہ کرنے کو تیار ہو سکتا ہے اور کون شریف لڑکی ہے جو باعزت اور آبرومندانہ زندگی کی خواہش مند نہیں ہوتی؟ اس لیے نوجوان اس بات کا ارادہ کریں کہ وہ اپنا نکاح سنت کے مطابق انجام دیں گے، گھوڑے، جوڑے اور جہیز کی بھیک لینے کے بجائے اپنی قوت بازو پر بھروسہ کریں گے اور اپنی محنت سے اسباب زندگی حاصل کریں گے، عمر رسیدہ اور بوڑھے سرپرستان بھی اس بات کا عزم کریں کہ وہ اپنے بچوں کا نکاح سنت کے مطابق انجام دیں گے اور عمر کے اس مرحلے میں ظلم و جور کے اس گناہ سے اپنے دامن کو بچا کر رکھیں گے، جس سے ان کی آخرت تباہ ہوگی اور جس سے خود ان کی ذات کو کوئی نفع حاصل نہیں ہوگا۔

دوسرا ظلم جو ہمارے معاشرہ میں عام ہے، وہ لڑکیوں کو میراث سے محروم کرنا ہے، ہمارے معاشرہ میں یہ بات بھی عام ہو چکی ہے کہ بھائی بہنوں کو میراث میں حصہ دینے سے محروم رکھتے ہیں، یہاں تک کہ خود باپ بھی لڑکیوں کو اپنی جائداد میں کچھ دینا نہیں چاہتے، اور خیال کرتے ہیں کہ شادی میں جو کچھ ان کو دے دیا ہے، وہی کافی ہے یہ قرآن کے حکم کی کھلی خلاف ورزی ہے، قرآن مجید نے عورت کو بحیثیت ماں، بحیثیت بیٹی اور بحیثیت بیوی میراث کا لازمی حقدار قرار دیا ہے اور بعض صورتوں میں بہنیں اور دوسری رشتہ دار خواتین بھی وارث بنتی ہیں، یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے میراث کا قانون بیان کرنے کے بعد فریضۃ من اللہ کی تعبیر اختیار فرمائی ہے۔

جو لوگ حقیقی وارث ہوں اور ان کو حق نہیں دینا اور ان کے حصے بھی اپنے تصرف میں لے آنا کھلے طریقے پر حرام مال کو کھانا اور اپنے مال میں حرام کو شامل کر لینا ہے، افسوس کہ بظاہر دیندار نظر آنے والے حضرات بھی ان گناہوں میں مبتلا ہیں۔

یہ کچھ نمایاں برائیاں ہیں، جو سماج کا حصہ بن چکی ہیں، تقویٰ کا کم سے کم تقاضہ یہ ہے کہ ہم اپنے سماج کو ان گناہوں سے پاک کریں۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے تھے کہ تقویٰ کا کمال یہ ہے کہ انسان ایک رائی کے دانہ میں بھی خدا کا خوف محسوس کرے اور بعض حلال چیزوں کو بھی اس ڈر سے چھوڑ دے کہ کہیں حرام نہ ہو (الدر المنثور) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کہتے تھے کہ صاحب تقویٰ کو گویا لگام لگی ہوتی ہے، اس لیے ایسا نہیں ہوتا کہ جو اس کے دل میں آئے وہ اس کو کر گزرے۔ ”**التقی ملجم لا یفعل کل مایرید.**“ (شرح السنہ للبغوی: ۱۴/۳۴۱)

اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لیے اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے ”**لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ**“ (سورہ آل عمران: ۱۷۲) سب سے اہم بات یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے ”**إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ.**“ (سورۃ التوبہ: ۴) اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سب سے باعزت اور شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ ”**إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ**“ (سورۃ الحجرات: ۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خشیت خداوندی کا ایسا غلبہ ہوتا تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں فرماتے تو سینہ مبارک سے چکی پیسنے کی سی آواز آتی تھی۔ (ابوداؤد: ۹۰۴)

اس لیے رمضان المبارک کا اصل تحفہ ”تقویٰ“ ہے جو گناہ کی طرف بڑھتے ہوئے قدموں کو تھام لیتا ہے، دنیا ایک راہ گذر ہے، انسان اس راہ کا ایک مسافر ہے اور اس سفر کے لیے سب سے بہتر توشہ تقویٰ ہے، ”**فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوىٰ**“ (البقرہ: ۱۹۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کناں ہوئے کہ میں سفر پر جا رہا ہوں، مجھے زاد سفر عطا کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ کو تمہارا زاد سفر بنا دے۔ ”**زادک اللہ التقویٰ۔**“ (ترمذی شریف)

اس لیے رمضان المبارک کی بے پناہ برکتوں اور رحمتوں کو اپنے دامن مراد میں محفوظ کیجئے اور تقویٰ کو اپنا توشہ سفر بنا کر زندگی کا سفر طے کیجئے کہ راستہ پرخار ہے اور منزل تک پہونچنا ضروری اور ناگزیر بھی ہے۔

مدارس اسلامیہ کی ذمہ داریاں

وارث مظھری

ہندوستان کے دینی مدارس بلا شبہ دین کے قلعے ہیں، دیار ہند میں دین کی حفاظت واستحکام میں جو کردار مدارس نے ادا کیا ہے، کسی اورادارے نے ادانہیں کیا ہے، خاص طور پر مسلم عہد کے خاتمے کے بعد یہ مدارس ہی تھے، جنھوں نے برصغیر ہند میں سرمایۂ ملت کی نگہبانی کا گراں قدر فریضہ انجام دیا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی بھی صاحب عقل وہوش انکارنہیں کرسکتا۔ دینی مدارس کی خدمات اور حصولیابیوں کی ایک طویل داستان ہے، جس کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ تواتر کے ساتھ اصحاب علم وقلم کی نگارشات اس موضوع پر سامنے آتی رہی ہیں، یہاں اس حوالے سے گفتگو کرنا مقصود ہے کہ دعوت دین کے شعبے میں مدارس کا کردار کیا ہے یا کیا ہونا چاہئے؟

حقیقت یہ ہے دینی مدارس کا دینی مشن اور بنیادی تشخص دعوت کی روح کی اس میں مکمل شمولیت کے بغیر درجۂ کمال تک نہیں پہونچ سکتا، پچھلی صدیوں میں دعوت وتجدید اور سماجی اصلاح کی جو زبردست تحریکیں برپا ہوئیں، جو شاندار کارنامے تاریخ کے روشن صفحات پر ثبت ہوئے، ان کے پیچھے دینی علوم کے حامل وہ لوگ تھے، جن کی فکری اٹھان محض تعلیم وتدریس کے معمول کے رجحان کی بنیاد پر نہیں بلکہ دعوت وارشاد کی بنیاد پر ہوئی تھی، تاہم فی زمانہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مدارس کی اکثریت کی سرگرمیاں محض معمول کی سرگرمیاں ہوکر رہ گئی ہوں جو اپنے لگے بندھے نظام کے تحت یک سُرے پن کے ساتھ جاری ہوں، جس میں نہ کوئی جدت ہے، نہ تنوع، نہ ارتقاء، نہ اس کی کوئی مستقل فکر، اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ دینی مدارس کے فضلاء ومنتسبین میں دعوت کا مزاج اور اس کا عملی شعور پیدا کیا جائے، اوراس کا محرک خالص دین اور فکر آخرت ہو، پیشہ وارانہ فائدہ ہی مقصود نہ ہو۔

دعوت کی عملی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے بنیادی طور پر چند چیزوں کی بصیرت آمیز آگاہی ضروری ہے، دعوت دین کی ضروریات اور تقاضے، اصول ومبادی اور طریق کار وغیرہ۔

جہاں تک پہلی چیز کا تعلق ہے، حقیقت ہے کہ اکثر اہل مدارس کا ہاتھ وقت کی نبض پر نہیں ہے، زمانہ شناسی اور اس کی تبدیلیوں سے ہم آہنگی کا جوہر ان کے اندر نہیں پایا جاتا، حالاں کہ زمانہ شناسی مومن کا وصف ہے، فقہ میں یہ بات مسلم ہے کہ: ”من لم یعرف زمانہ فھو جاھل“ (جو اپنے اہل زمانہ سے واقف وآگاہ نہیں وہ جاہل ہے) زمانے کے نشیب وفراز اس کے انقلابات اور ان انقلابات کے محرکات کا علم ہی دعوت دین کے باب میں اس کی حقیقی ضروریات اور تقاضوں سے واقفیت کا مقدمہ بنتی ہے، بدقسمتی سے زمانی تقاضوں کے تحت فطرت کے بطن سے جنم لینے والے علوم سے دوری نے ہمارے فضلاء کی نگاہوں کو زمانے کے تقاضوں سے پھیر دیا ہے۔

عالم گیریت کے موجودہ عہد میں جہاں ایک طرف دین وعقائد کو درپیش چیلنجوں سے اہل مدارس کا باخبر ہونا ضروری ہے، وہیں مواقع کار اور امکانات کی دریافت بھی لازمی امر ہے۔ ہمارے دینی حلقوں، خصوصاً دینی مدارس کے مخصوص طرز فکر نے چیلنجوں کو تو نہایت مبالغہ آمیز انداز میں سمجھا اور سمجھایا، لیکن ان امکانات کو نظر انداز کر دیا، جو خود اسی عہد کے بطن سے نکل کر سامنے آئے ہیں، اسلام آج اپنے اصل معنوں میں عالم گیر مذہب بن چکا ہے، اور تیزی کے ساتھ نئے دلوں اور نئی زمینوں کو فتح کر رہا ہے۔ یہ انہیں مواقع کے شعور واستعمال کا فیض ہے، خطرات اور چیلنجوں سے خوف ودہشت اور اس پر محض شور وواویلا کی اپنی کوئی اہمیت نہیں ہے، جب تک وہ عمل واقدام کے سانچوں میں ڈھل کر سامنے نہ آئے۔ خطرات اور چیلنجز اپنی تمام تر سنگینیوں کے ساتھ مختلف شکلوں میں ہر دور میں دعوت اسلامی کو درپیش رہے ہیں۔ دینی مدارس کے فاضلین میں یہ شعور ضروری ہے، اس حقیقت سے آگاہی مایوسی پر غلبے اور امید وحوصلے کے ساتھ اقدام پر آمادہ کرتی ہے۔

اسی طرح یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اسلام کو آج جو جنگ درپیش ہے، وہ دراصل افکار ونظریات کے میدان میں لڑی جارہی ہے، سیاسی استعمار کے بعد اس کی جگہ اب فکری استعمار نے لے لی ہے، فکری یورش ویلغار (الغزو الفکری) کی بات مدارس کے حلقوں میں دہرائی ضرور جاتی ہے، لیکن اس کا تصور بھی محدود اور محض شنیدہ بنیادوں پر قائم ہے۔ یہ اپنے آپ میں اہم سوال ہے کہ کیا واقعی اس کا شعور مدارس کی نوجوان نسل کے اندر پایا جاتا ہے، جس کے کندھے پر موجود عہد میں اسلام کے احیاء وتجدید کی ذمہ داری ہے؟ اس فکری چیلنج کے صحیح ادراک کے لیے دعوت کی تیاری کے علمی نصاب میں سیاسیات، اقتصادیات، نفسیات، طبعیات، بشریات جیسے سماجی علوم کی اس حد تک معرفت ضروری ہے کہ اس کے بنیادی خدوخال ذہن وفکر میں واضح ہوسکیں۔ موجودہ دور کی تمام تر فکری گمراہیاں جن کے ڈانڈے الحاد سے جا ملتے ہیں، انہی علوم کے راستوں سے آئے ہی، ان علوم سے واقفیت دعوتی نصاب کا ایک اہم حصہ ہے۔

دعوت دین کے عمل میں ایک اہم رکاوٹ مسلکی تنازع اور کشمکش ہے، ہمارا دعوتی احساس ہمیں خارجی دنیا سے جوڑتا ہے، ہمیں دشمنوں کو دوست بنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے درمیان اس احساس کی جگہ دوسرے منفی احساسات نے لے لی ہے، یعنی یہ کہ سب سے پہلے مسلمان بنانے کی کوشش کرنی چاہئے، کیوں کہ وہ جس اسلام کے حاملین میں سے ہیں وہ ہمارے تصور دین سے متصادم ہے، یہ فکر دراصل باہمی کشمکش کا پیش خیمہ ہے، جس نے موجودہ دور میں اسلامک اکٹوزم کو شدید نقصان پہونچایا ہے۔

اس ضمن میں ایک اہم مسئلہ اسلامی عقائد وافکار اور نظریات ووسائل کے عصری انطباق کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی عقائد ونظریات کو تسلیم شدہ حقائق ودلائل کی روشنی میں لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ تا کہ یہ نظریات انہیں آج کی کارآمد چیز محسوس ہوں نہ کہ کل کی از کار رفتہ، اس سلسلے کی اہم ضرورت جدید سائنسی تحقیقات اور فلسفیانہ نظریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جدید علم کلام کی تشکیل وترتیب ہے، دور جدید میں برصغیر میں اس کی باضابطہ فکر کرنے والے اور اس کے اصولوں کو مرتب کرنے کی کوشش کرنے والے سرسید احمد خان ہیں، حقیقتاً یہ سہرا انہیں کے سر جاتا ہے، لیکن سرسید کی کوششوں کو مقبولیت حاصل نہ ہوسکی، اس لیے کہ ان کے یہاں اسلام کے مسلمہ فکری ڈھانچے کے تعلق سے ایک قسم کی بغاوت کا ذہن پایا جاتا تھا۔ انہوں نے ایسی چیزوں کو بھی اس حوالہ سے مسترد کرنے اور اسلام کے عقائد ونظریات سے غیر وابستہ ثابت کرنے کی کوشش کی جن کو مسترد کرنا بلا شبہ اسلامی عقائد کے ایک بڑے حصے کو مشتبہ کر دیتا ہے۔

جہاں تک دعوت کے اصول ومبادی کا معاملہ ہے، وہ اپنی روح کے اعتبار سے ہر زمانے کے لیے یکساں اور غیر تغیر پذیر ہیں، دینی مدارس میں اسلامی علوم (قرآن، حدیث، فقہ) کا مکمل اور جامع نصاب پڑھایا جاتا ہے، دعوت کے مبادی بار بار نظروں سے گذرتے ہیں، لیکن نگاہ ان پر نہیں ٹھہرتی، اس لیے وہ ذہن وفکر کا حصہ بھی نہیں بنتے۔ مسلمانوں کے علمی ودینی زوال سے قبل کے ادوار میں یہ ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ ان اصولوں ومبادی کو علاحدہ صورت میں ذہن نشیں کرانے کا اہتمام کیا جائے، لیکن اب اس کی ضرورت ایک واقعہ ہے، جس سے چشم پوشی شدید خسارے کا باعث ہے۔

اب دعوت کے اصول ومبادی کو ایک مکمل مضمون کی شکل میں نصاب درس کا جز بنائے جانے کی ضرورت ہے، ابھی حد سے بڑھی ہوئی اصولی وفقہی موشگافیوں میں یہ مضمون بالکل دب کر رہ جاتا ہے، امت کے وسیع تر مفاد میں اب ان مباحث کو سمیٹ کر دعوت کے مضامین پر ارتکاز کی ضرورت ہے۔ ہندوستان میں دعوت کے جو امکانات پوشیدہ ہیں ان سے اہل مدارس ناواقف نہیں ہیں، اگر ہندوستان کے مدارس ملک کی پسماندہ ذاتوں کو ایک مکمل حکمت عملی کے تحت خود سے قریب کریں اور عیسائی مشنریز کی طرح وہ بھی خواندگی کو عام کرنے کی مہم کو اپنے دعوتی پلان میں شامل کرلیں تو اس کے نہایت خوش آئند اثرات ونتائج سامنے آئیں گے، دعوت کے طریقہائے کار یا اس کے وسائل کی معرفت کے ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو پیش نظر رکھا چاہئے جو آنے والے زمانے کے بارے میں پیشین گوئی کے طور پر بیان کی گئی ہے، کہ آنے والے وقتوں میں اسلام کا حکم دنیا کے ہر کچے پکے گھر (کل بیت وبر و مدر) میں داخل ہوجائے گا۔ موجودہ عہد میں حیرت انگیز سائنسی پیش رفت اور وسائل دعوت کے تنوع قوت اور کثرت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مذکورہ حدیث میں جس عہد کی پیشین گوئی کی گئی تھی وہ یہی عہد ہے۔ پچھلی ایک صدی میں یورپ، امریکہ اور آسٹریلیا تینوں براعظموں پر اسلام کو جس معجزانہ رفتار وقوت کے ساتھ پھیلاؤ حاصل ہوا وہ اس کی ایک بین شہادت ہے۔ اہل مدارس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جدید دوسائل سے ہم آہنگ ہوں انہیں ان کے استعمال کی قدرت وصلاحیت ہو، اگر وہ یہ قدرت حاصل کرلیں تو وہی آلات ووسائل جو اسلام کے ہدم وتخریب کا ذریعہ تصور کیے جاتے ہیں، تعمیر وتوسیع کا ذریعہ بن جائیں گے۔

الغرض موجودہ عہد میں عالمی سطح پر دعوتی ذمہ داریوں کو انجام دینے کے لیے ایک مکمل دعوتی نصاب ونظام کی تشکیل کی ضرورت ہے، نصاب میں مذکورہ بالا نکات وتفصیلات کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف اور متعدد نئے مضامین کے تعارف وشمولیت کی ضرورت پڑے گی، جیسے مذاہب کا تقابلی مطالعہ، مختلف تہذیبوں، طبقات اور گروہوں کے مزاج وخصوصیات سے آگہی، مقامی وبین الاقوامی زبان یا زبانوں سے آشنائی، دعوت کے سابقہ تجربات سے استفادہ کے لیے ان کا مطالعہ وتجزیہ وغیرہ۔ عالم عرب کی بعض جامعات ومعاہد میں اس سلسلے میں اچھی کوششیں کی جارہی ہیں۔ ان کو نگاہ میں لاکر ان سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ انگلش اور عربی میں اس موضوع پر کئی ایک تحقیقی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ بعض کا ترجمہ اردو میں بھی ہوا ہے۔ مدارس کو انہیں ضالۃ المؤمن سمجھ کر اپنانا اور سینے سے لگانا چاہئے۔ اس سے زیادہ افسوس اور حیرت کی بات کوئی اور نہیں ہوسکتی کہ مدارس میں قدیم یونانی منطق وفلسفہ جیسے پا افتادہ موضوع پر تو آدھ درجن کتابیں شامل درس ہوں، لیکن دعوت کے موضوع پر کوئی ایک کتاب بھی اس میں شامل نہ ہو، دعوتی مقاصد کے لیے نصاب میں ضروری تبدیلیوں کے ساتھ نظام کی سطح پر بھی شروع سے اخیر تک ایسے ماحول کی تشکیل ضروری ہے جس میں داعیانہ مزاج کی پرورش وپرداخت ہوسکے اور اس کی صفات طلبہ وفضلائے مدارس کی اندر پیدا ہوسکیں۔

بہرحال وقت کا یہ تقاضا روز افزوں ہے کہ دعوت دین کے موضوع کو مدارس کے نظام ونصاب میں کما حقہ جگہ دی جائے تا کہ اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آسکیں۔

خدمت خلق

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور وہ شخص اللہ کو زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبے کے لئے زیادہ مفید ہو (مسلم شریف)

☆ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تھا تو تُو نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ کہے گا: میرے اللہ! تُو تو رب العالمین ہے میں کیسے تیری عیادت کرتا؟ اللہ فرمائے گا: میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو تُو نے اس کی عیادت نہیں کی۔ اگر تُو اس کی مزاج پرسی کرتا تو مجھے اس کے پاس ہی پاتا۔

اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھے کھانے کو دیا تھا لیکن میں بھوکا تھا تُو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ بندہ کہے گا: پروردگار! تُو تو رب العالمین ہے میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا؟ اللہ فرمائے گا: میرا فلاں بندہ بھوکا تھا، تُو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا۔ اگر تُو اسے کھانا کھلاتا تو مجھے اس کے پاس ہی پاتا۔

اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھے پانی دیا لیکن میں پیاسا تھا، تُو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ بندہ کہے گا: تُو رب العالمین ہے میں کیسے تجھے پانی پلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرا فلاں بندہ پیاسا تھا، اگر تُو اسے پانی پلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ (مسلم شریف)

بھاجپا کی جیت غیر متوقع نہیں، بدحواسی سے باہر نکلیے!

تنویر عالم صدر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی الومنائی اسوسی ایشن
ترجمہ: نایاب حسن قاسمی

سترہویں لوک سبھا الیکشن میں غیر معمولی جیت کے بعد بھاجپا حکومت بنا چکی ہے، حکمراں پارٹی اوراس کی اتحادی جماعتوں میں جہاں جوش ہے، وہیں اپوزیشن اس جیت کو غیر متوقع مان کر بدحواسی کا شکار ہے۔ سماجوادی، گاندھی وادی، لیفٹسٹ اورامبیڈکر وادی سبھوں کے ہوش اڑے ہوئے ہیں۔ زمین، جنگل، پہاڑ اور پانی کی لڑائی لڑنے والے بھاجپا کی جیت سے حیرت زدہ و مایوس ہیں؛ لیکن کیا یہ جیت واقعی غیر متوقع ہے؟ کیا اس غیر معمولی جیت میں واقعی ای وی ایم کا کوئی حصہ ہے؟ کیا اپوزیشن پارٹیاں واقعی عوام میں اپنا اثر ورسوخ کھو چکی ہیں؟ کیا اپوزیشن پارٹیاں اس شرمناک ہار کا درست جائزہ لینے میں دلچسپی رکھتی ہیں یا وہ پانچ سال بیٹھ کر اپنی باری کا انتظار کرنا چاہتی ہیں؟ عام سیکولر سیاست وسوشل ورک سے دلچسپی رکھنے والے لوگ اسی قسم کے سوالوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔

یہ بات تو طے ہے کہ نہ یہ ای وی ایم کی جیت ہے اور نا ہی یہ جیت غیر متوقع ہے۔ یہ دراصل آر ایس ایس، بھاجپا، وشو ہندو پریشد اوران جیسی ہزاروں تنظیموں، ان کے ہم خیال لوگوں کی لگ بھگ ایک صدی کی محنتوں کا ثمرہ ہے۔ تحریک آزادی کے دوران ہی کانگریس نے کئی ہندوتووادی نیتاؤں کو اپنے قافلے میں شامل کرلیا تھا۔ آزادی کے فوراً بعد گاندھی کے قتل کی وجہ سے ہندوتووادی تنظیمیں گرچہ سیاسی اعتبار سے بیک فٹ پر چلی گئیں؛ لیکن نہ ہی انھوں نے ہار مانی اور نا ہی ہندستان کو ہندو راشٹر بنانے کے اپنے عہد سے پیچھے ہٹیں۔ پھر ستر کی دہائی میں اندرا گاندھی کی پالیسیوں کے خلاف چلنے والی جے پی تحریک نے انھیں آبِ حیات فراہم کیا اوراس کے بعد سے ہی ان کی بنیادیں مضبوط ہوتی چلی گئیں، کبھی مندر مسجد، کبھی دہشت گردی، کبھی بدعنوانی تو کبھی حب الوطنی کو ایشو بنا کر وہ اپنے آپ کو مسلسل آگے بڑھاتی رہیں۔

منڈل کے بعد کس طرح سماج وادیوں کا بیانیہ (Narrative) نسلی و طبقاتی (برادری واد) گول بندی اور اقربا پروری کی سیاست میں الجھ کر رہ گیا، یہ سبھوں کے سامنے ہے۔ کانگریس کی اقلیتوں (مسلمانوں) کا استحصال کرنے والی پالیسیوں، دہشت گردی جیسے الزام میں مسلم نوجوانوں کی فرضی گرفتاریوں اور فرقہ وارانہ فسادات جیسے معاملوں میں اس کے دوہرے پیمانوں نے جہاں ملک کی دو بڑی ریاستوں (یوپی اور بہار) سے کانگریس کا صفایا کردیا، وہیں سماج واد اور سماجی انصاف کے نام پر اقربا پروری اور برادری واد پر مبنی سیاست کے عروج اوراس کے ذریعے اعلیٰ برادریوں کے تئیں بنائے جانے والے نفرت کے ماحول، غیر یادو اور غیر جاٹ رائے دہندگان کی امنگوں نے ہندستانی سیاست میں بھاجپا کے لیے جگہ بنائی۔ اُسی کی دہائی کے بعد والی اعلیٰ برادریوں کی نسل نے دوسرے لوگوں میں اپنے تئیں نفرت دیکھا، کچھ برادریوں کو چھوڑ کر زیادہ پسماندہ برادریوں نے اپنی ضروریات دیکھیں اور عام ہندوؤں نے رام مندر کا خواب دیکھا۔ ان نوجوانوں کو ملک کی ایک بڑی آبادی (مسلمانوں) کو دہشت گردی سے جوڑ کر دکھایا گیا۔ تعلیم، صحت اور روزگار کی لڑائی مندر مسجد کی لڑائی میں بدل گئی۔ جو محروم طبقات تھے، ان کے دماغ میں مسلمانوں کے "تشٹی کرن" کی بات تواتر کے ساتھ ڈالی گئی۔ بھاجپا کے لیے یہ ساری چیزیں سیاسی ہتھیار کے طور پر کام آرہی تھیں اور نئی نسل کے ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد اسی بھرم، اُکساوے اور نفرت کے ساتھ پرورش پارہی تھی۔ سپا، بسپا، راجد جیسی پارٹیاں جہاں برادری واد کی گول بندی کا کھیل کھیل رہی تھیں، وہیں کانگریس محض اس فکر میں رہی کہ حکومت پر کیسے قبضہ کیا جائے۔ ان سبھی پارٹیوں کے پاس بھیڑ تھی، کوئی تنظیم نہیں تھی، تنظیم صرف اور صرف بھاجپا کے پاس تھی۔ اس کے پاس کسان کے بیٹے کے پارٹی صدر بننے اور چائے والے کے پردھان سیوک بننے جیسی نظیریں تھیں۔ آر ایس ایس اوراس کی ہزاروں ہم مشرب تنظیمیں تھیں، لاکھوں کی فسادی بھیڑ تھی، لاکھوں تجربہ کار وتنظیم کے کاز کے لیے وقف کارکنوں کے ساتھ بڑے بڑے اصحابِ ثروت کا ساتھ تھا، سسٹم میں ہر جگہ بیٹھے افسران و اہل کار تھے، ملک کے بہت بڑے حصے میں ریاستی سطح کی حکومتیں تھیں، پھر بھاجپا کیوں نہ کامیاب ہوتی؟ یہ جیت غیر متوقع ہرگز نہیں ہے۔ اس جیت کے پس منظر میں جہاں خود بھاجپا کی مضبوط حکمت عملی ومنصوبہ بندی کا دخل ہے، وہیں کانگریس، لالو، ملایم، مایاوممتا جیسے رہنماؤں کی حد سے زیادہ مفاد پرستی واقتدار دوستی کا بھی حصہ ہے۔ سماج وادیوں، گاندھی وادیوں اور امبیڈکر وادیوں سے سماج کی نئی نسلیں دور ہیں۔ نئی نسلوں کو محض نعرہ باز بھیڑ سمجھنے والی ان پارٹیوں نے جو بویا، اب وہ کاٹ رہی ہیں۔

نریندر مودی کے عروج، ملایم اور لالو کی اقربا پروری، مسلسل فرقہ وارانہ فسادات سے ہونے والے مسلمانوں کے جانی ومالی نقصانات، مسلم نوجوانوں پر لگائے جارہے دہشت گردی کے جھوٹے الزامات اور تعلیمی ومعاشی محاذ پر پسماندگی سے دلبرداشتہ مسلم نوجوانوں میں بھی اب ملی قیادت کا احساس ابھر رہا ہے۔ عام مسلمانوں میں یہ بات پھیلائی جارہی ہے کہ سیکولرزم کو بچانے کا ٹھیکہ کیا مسلمانوں نے ہی لے رکھا ہے؟ ہمیں ہمارا نمایندہ چاہیے، یہ نوجوان اسی قسم کی دلیلوں سے مذکورہ بالا پارٹیوں کو مسترد کرنے کی بات کرتے ہیں۔ انھیں مسلم ناموں والی پارٹیوں میں اپنی قیادت نظر آتی ہے۔ مگر عام طور پر مسلمانوں کو مسلم نمایندگی اور مسلم سیاست کا فرق ہی معلوم نہیں ہے، ان سے جب پوچھا جاتا ہے کہ اگر آپ کو سیکولرزم نہیں چاہیے، تو پھر اس ملک کے ہندو ہندو راشٹر سے پرہیز کیوں کریں؟ تو اس سوال کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔ سیکولرزم کے حوالے سے مسلمانوں کو غلط فہمی میں ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ جنوبی ہند کے دو بھائیوں کی جوڑی کبھی بے باکانہ تو کبھی غیر ذمے دارانہ انداز میں گزشتہ کم وبیش دس سال سے اسی قسم کے سوالات اٹھارہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ گزشتہ ستر سالوں میں کیا ہوا؟ مسلمانوں کا یہ حال کانگریس نے ہی کیا ہے اور کانگریس کو ختم ہوجانا چاہیے وغیرہ اوراس قسم کے بیانات سے بھی بی جے پی کو آکسیجن فراہم ہوتا ہے۔ عام طور پر مسلم نوجوانوں کا پورے ملک کو درپیش عوامی مسائل سے کوئی سروکار نہیں ہے، انھیں بس مسلم لیڈر چاہیے۔ آج اگر عوامی ایشوز میں سب سے کم کسی سماجی طبقے کی حصے داری ہے، تو وہ مسلمان ہیں۔ یہاں تک کہ خود مسلمانوں کی تعلیم، صحت، روزگار جیسے بنیادی مسئلوں پر مسلمانوں کی حصے داری برائے نام ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا محض مسلم نام والے عوامی نمایندے کے پارلیمنٹ میں پہنچ جانے سے مسلمانوں کے سارے مسائل حل ہوجائیں گے؟ نیلی، بھاگلپور، مظفر نگر فسادات اور ہاشم پورہ قتل عام جیسے واقعات کے دوران پارلیمنٹ میں مسلم نمایندے تھے یا نہیں؟ اگر تھے تو ان کے ہونے کا فائدہ کیا ہوا؟ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو عام اور ضروری عوامی ایشوز اور مسائل کو اٹھا کر ہی سیاست میں اپنی نمایندگی اور اپنے حقوق تلاش کرنا ہوں گے۔ ایک بات اس ملک کے مسلمانوں کو صاف طور پر سمجھ لینی چاہیے کہ اس ملک کی مخصوص ساخت کی وجہ سے یہاں مسلم سیاست کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے، اس کی کوشش بھی بھاجپا کو تقویت پہنچانے کے طور پر دیکھی جائے گی۔

ملک کے پاس 25-18 سال کے نوجوانوں کی ایک بڑی بھیڑ ہے، جس کے پاس نہ اپنے مستقبل کا کوئی نقشۂ کار ہے، نہ کوئی امید ہے اور نہ کوئی مشعلِ راہ ہے۔ وہ محض سیاسی آلۂ کار کے طور پر استعمال ہورہے ہیں۔ انھیں ضرورت کے مطابق کبھی سماجی انصاف کے نام پر، کبھی بدعنوانی کے نام پر تو کبھی راشٹرواد کے نام پر استعمال کیا جارہا ہے، کبھی رام نومی، کبھی تعزیہ، کبھی بارہ ربیع الاول، تو کبھی راشٹرواد اور ملی قیادت کے نام پر لڑنے والے سوشل میڈیائی مجاہدین ہی نئے بھارت کا مستقبل ہیں۔

کچھ لوگوں کا ماننا ہے کہ مودی کی یہ غیر معمولی جیت اقربا پروری و برادری واد کی سیاست کا خاتمہ ہے، تو کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ پھر تملناڈ میں اسٹالن اوراوڈیشہ میں نوین پٹنایک کیسے جیت گئے؟ وہ یہ نہیں بتاتے کہ اوڈیشہ اور تملناڈ کی سیاست مندر-مسجد، برادری واد کے کھیل اور راشٹرواد کی آڑ میں نفرت سے متاثر نہ ہوکر ترقی کی سیاست پر ٹکی ہوئی ہے؛ اس لیے اگر ایسے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر اپنی ہار کا صحیح جائزہ لیے دوبارہ اسی سیاست کو دوہرائیں گے، تو بھارت کو تباہی کی راہ پر لے جانے کی ذمے داری انھی لوگوں پر ڈالی جائے گی۔

اب یہ طے ہے کہ جو پچھڑے، دلت اور اعلیٰ برادری کے لوگ بھاجپا میں جا چکے ہیں، وہ ان نام نہاد سیکولر اور سماجی انصاف کی بات کرنے والی پارٹیوں پر آسانی سے اعتماد نہیں کرنے والے ہیں۔ نہ آر ایس ایس اور بھاجپا کو فلمی ڈائیلاگ والی دھمکیاں دینے سے اقلیت ان کے جھانسے میں آنے والی ہے؛ کیوں کہ اقلیتوں میں اب مایا، ملایم اور تیجسوی کے بارے میں سرعام چرچا ہورہی ہے کہ ان لوگوں کی بھاجپا سے سانٹھ گانٹھ ہے یا آگے ہوسکتی ہے، ایسی صورت حال میں دوبارہ ان کا اعتماد حاصل کرنا مشکل نظر آتا ہے۔

اس وقت ملک کافی مشکل دور سے گزر رہا ہے۔ پچھلے پانچ سالوں میں لگ بھگ سبھی قابلِ اعتماد دستوری ادارے برباد کیے جا چکے ہیں۔ اگلے پانچ سالوں میں بھی اس سے الگ ہونے کی امید نہیں کی جاسکتی۔ اب امید صرف ملک کے عوام خود ہیں، ان کے بیچ سے کچھ نکلے، تبھی کچھ ہوسکتا ہے۔ بھاجپا کو چھوڑ کر ملک کی سبھی پارٹیاں عوام کی نبض پکڑنے میں ناکام ثابت ہوئی ہیں اور افسوس ہے کہ ان کے اندر اپنے گناہوں کے کفارے کی اخلاقی جرأت بھی نہیں رہی۔ یہ بھارت کی سیاست اور روح کو ازسرِنو سمجھنے کا وقت ہے اوراس کے لیے دوبارہ بھارت کے اندر اترنا ہوگا، افکار ونظریات کی ایک سیدھی لکیر کھینچ کر جدوجہد کرنی ہوگی، اتنے عظیم ملک کی روح کے تحفظ کی خاطر کون اپنی قربانی دینے کے لیے آگے بڑھے گا، یہ کسی کو نہیں پتا۔ ایک نقطۂ انجماد ہے، اسے توڑیے، اس سے باہر نکلیے!

بے روزگاری

ملک میں ۲۰۱۷ء سے ۲۰۱۸ء میں بے روزگاری کی شرح کل دستیاب ورک فورس کا 6.1 فیصد رہی جو پینتالیس سال میں سب سے زیادہ ہے۔ عام انتخاب سے ٹھیک پہلے بے روزگاری سے جڑے اعداد وشمار پر مبنی یہ رپورٹ لیک ہوگئی تھی اور چند دنوں قبل حکومت کے ذریعے جاری اعداد وشمار میں اس کی تصدیق ہوگئی۔ جولائی ۲۰۱۷ء سے جون ۲۰۱۸ء کے درمیان کی لیک ہوئی پی ایل ایف ایس رپورٹ میں پہلے کے سروے میں بے روزگاری سے جڑے سابقہ اعداد وشمار سے موازنہ کیا گیا تھا۔ اس رپورٹ کے مطابق بے روزگاری شرح پچھلے پینتالیس سالوں میں بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ ماہرین کی کمیٹی کی سفارشات کو درج کرنے کے بعد سروے رپورٹ جاری کرتے ہوئے شماریاتی سکریٹری پروین شریواستو نے کہا کہ یہ ڈیزائن اور اندازہ نئے طریقے سے کیا گیا ہے۔ اس لئے سابقہ سروے سے اس کا موازنہ غیر مناسب ہوگا، آپ کا ماننا ہے کہ بے روزگاری شرح پینتالیس سال کی سب سے بلند سطح پر ہے، میں اس کے پینتالیس سال میں کم یا بلند ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ انہوں نے تفصیل دیتے ہوئے کہا کہ بات یہ ہے کہ یہ میٹرکس الگ ہے۔ سال ۲۰۱۷ء سے ۲۰۱۸ء کے بعد سے آپ کو باقاعدگی سے یہ اندازہ حاصل ہوگا اوراس کو آپ بنیادی سال کے طور پر استعمال کرسکتے ہیں۔ جب ہم اندازے کے طور-طریقوں میں تبدیلی کرتے ہیں تو پرانے اندازہ کے ساتھ اس کے موازنے میں دقت ہوتی ہے کیونکہ اس سال میں پہلے کے پیمانے کی بنیاد پر اعداد وشمار سے موازنہ کا کوئی ذریعہ نہیں بچتا ہے۔ حکومت کی طرف سے یہ اعداد وشمار ایسے وقت جاری کیے گئے ہیں، جب نریندر مودی حکومت کے دوسری مدت کار کی شروعات کرتے ہوئے وزرائنے عہدہ سنبھالا۔ حکومت کے ذریعے جاری ان اعداد وشمار کے مطابق شہری علاقے میں روزگار کے اہل نوجوانوں میں 7.8 فیصد بے روزگار رہے جبکہ دیہی علاقوں میں یہ تناسب 5.3 فیصد رہا۔ کل ہند سطح پر پر مردوں کی بے روزگاری شرح 6.2 فیصد جبکہ خواتین کے معاملے میں 5.7 فیصد رہی۔ ان اعداد وشمار میں دکھایا گیا ہے کہ شہروں میں مردوں کی بے روزگاری شرح دیہی علاقے کی 5.8 فیصد کے مقابلے میں 7.1 فیصدی ہے۔ اسی طرح شہروں میں خواتین کی بے روزگاری شرح 10.8 فیصد پر ہے جو کہ دیہی علاقوں میں 3.8 فیصدی رہی ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ نریندر مودی کی حکومت اپنی دوسری پاری میں اس پر کیسے قابو پاتی ہے۔

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

وینز ویلا سے چالیس لاکھ لوگوں کی نقل مکانی

اقوام متحدہ کے مطابق وینز ویلا میں جاری سیاسی اور اقتصادی بحران کی وجہ سے اب تک تقریباً چالیس لاکھ لوگ ملک چھوڑ کر دوسرے ممالک میں پناہ لے چکے ہیں۔مہاجرین کی بین الاقوامی تنظیم (آئی او ایم) اور اقوام متحدہ پناہ گزین ایجنسی نے ایک مشترکہ بیان جاری کر کے یہ اطلاع دی۔وینز ویلا کے پناہ گزینوں کے لئے آئی او ایم اور اقوام متحدہ کے خصوصی ایلچی ایڈوارڈو اسٹین نے کہا ”یہ بہت بڑی تشویش کی بات ہے اور لاطینی امریکی اور کیریبین ممالک کی مدد کرنی چاہیئے جو اس بحران کی گھڑی میں پناہ گزینوں کی مدد کر رہے ہیں۔“ (یو این آئی)

آئی ایم ایف میں غریب و پسماندہ ممالک کیلئے امدادی پیکیج کی منظوری

انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (آئی ایم ایف) کے ایگزیکٹیو بورڈ نے کم آمدنی رکھنے والے غریب اور پسماندہ ممالک کے لیے فنانسنگ کی حد بڑھانے امدادی اصلاحاتی پیکج کی منظوری دے دی ہے۔غیر ملکی میڈیا رپورٹوں کے مطابق آئی ایم ایف ایگزیکٹیو بورڈ نے کم آمدنی رکھنے والے غریب اور پسماندہ ممالک کے لیے سرمایہ کاری کی حد بڑھانے اور امدادی اصلاحاتی پیکج کی منظوری دے دی۔آئی ایم ایف کے مطابق سول تنازعات اور کمزور اداروں کے حامل کم آمدنی رکھنے والے ممبر ممالک میں معاشی استحکام اور اصلاحاتی پروگرامز پر عملدرآمد کے لیے اسپشل چیلنجز درپیش ہیں۔(یو این آئی)

میکسیکو کا جنوبی سرحد پر نیشنل گارڈ کی تعیناتی کا فیصلہ

میکسیکو نے امریکہ سے متصل اپنی سرحد سے غیر قانونی تارکین وطن کے نقل مکانی کو روکنے کے لئے ہر ممکن سخت قدم اٹھانے کا عہد کیا ہے جس میں نیشنل گارڈ کے فوجیوں کو جنوبی سرحد پر تعینات کرنا اور انسانی اسمگلنگ اور اسمگلنگ کے نیٹ ورک کا خاتمہ شامل ہے۔امریکی-میکسیکو متحدہ منشور میں یہ تفصیلات دی گئی ہے۔امریکی وزارت خارجہ نے بتایا کہ میکسیکو نے اپنی جنوبی سرحد کو ترجیح دیتے ہوئے پورے میکسیکو میں نیشنل گارڈ کے اپنے جوانوں کی تعیناتی کے علاوہ غیر قانون نقل مکانی کو روکنے کے لئے سخت اقدامات کرنے کی بات کہی ہے۔(یو این آئی)

یمن میں مسجد میں مسلح افراد کے حملہ میں پانچ افراد ہلاک

یمن کے سرکاری کنٹرول والے جنوبی صوبہ میں جمعہ کو ایک مسجد پر نامعلوم مسلح افراد کے حملے میں کم از کم پانچ افراد ہلاک ہو گئے۔ذرائع کے مطابق شدت پسند مسلح افراد کا ایک گروپ صوبے کے ضلع اذاریک میں ایک مسجد پر حملہ کیا جس میں کم از کم پانچ افراد ہلاک ہو گئے۔مقامی باشندوں نے بتایا کہ حملے میں زخمی افراد میں ایک اہم سماجی شخصیت بھی شامل تھی۔انہوں نے کہا کہ حملہ آوروں نے خود کار ہتھیاروں سے نماز پڑھ کر ان لوگوں پر گولیاں چلائی اور فرار ہو گئے۔حملہ آوروں نے حملے کے بعد مسجد کے اندر سے تین افراد کا اغوا بھی کر لیا۔ابھی تک کسی گروپ نے حملے کی ذمہ داری نہیں لی ہے۔یمن کے سرکاری سیکورٹی فورسز اور حوثیوں کے درمیان مسلح تصادم گزشتہ کئی سال سے جاری ہے۔(یو این آئی)

کم عمر لڑکیوں کی شادی میں کمی: یونیسیف

لڑکیوں کی کم عمری میں شادی کے واقعات میں عالمی سطح پر معمولی کمی آئی ہے،بچوں کی بہبود کے اقوام متحدہ کے ادارے یونیسف کے مطابق گزشتہ دہائی کے دوران اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکیوں کی شادیوں کے واقعات میں کمی آئی ہے۔یہ واقعات پچیس فیصد سے کم ہو کر اکیس فیصد ہو گئے ہیں۔دنیا بھر میں سر دست کم عمر کے شادی شدہ لوگوں کی مجموعی تعداد کوئی ۶۷/کروڑ ۵۰/لاکھ ہے۔

دبئی سڑک حادثہ میں 12 ہندوستانیوں سمیت 17 افراد جاں بحق

دبئی کے الرشیدیہ علاقے میں کل شام کو ایک مسافر بس کے حادثہ کا شکار ہونے سے بارہ ہندوستانی شہریوں سمیت کم از کم ۱۷/لوگوں کی موت ہو گئی۔بس میں مختلف ممالک کے کل ۳۱/مسافر سوار تھے۔یہاں موصولہ رپورٹ کے مطابق اس حادثے میں زخمی چار ہندوستانی شہریوں کو راشد اسپتال میں علاج کے بعد فارغ کر دیا گیا۔(یو این آئی)

امریکہ-یونان نے دوطرفہ فوجی تعاون کو فروغ دینے کے معاملے پر تبادلہ خیال کیا

امریکہ اور یونان نے دوطرفہ فوجی تعاون کو فروغ دینے کے معاملے پر گفت وشنید کی ہے۔امریکی وزارت خارجہ کے ترجمان مورگن اورٹاگس نے بتایا کہ دونوں ممالک کے حکام کی میٹنگ کے بعد جمعرات کو یونان کے وزیر دفاع ایون گیلوس اپوسٹولکس نے ٹرمپ انتظامیہ کے دو سفارت کاروں کے ساتھ دوطرفہ فوجی تعاون کو فروغ دینے کے معاملے پر تبادلہ خیال کیا۔(یو این آئی)

ڈبلیو ایچ او نے ملاوٹی کھانے پر تشویش ظاہر کی

عالمی صحت تنظیم (ڈبلیو ایچ او) نے پہلے غذائی تحفظ کے عالمی دن کی شروعات سے پہلے غیر محفوظ اور ملاوٹی کھانے پر تشویش کا اظہار کیا ہے جس کی وجہ سے دنیا میں ہر سال چار لاکھ ۲۰/ہزار لوگوں کی موت ہو جاتی ہے۔غیر محفوظ کھانے سے مرنے والوں کے اعداد و شمار میں سب سے زیادہ پانچ سال سے کم عمر کے بچے شامل ہیں جن کی تعداد ایک لاکھ ۲۵/ہزار ہے۔رپورٹ کے مطابق ۴۰/فیصد بچوں کے کھانے میں پیدا ہوئی بیماری کی وجہ سے موت ہوتی ہے۔(یو این آئی)

بزنس روزگار و کیریئر

فضائیہ کے لاپتہ طیارے کی تلاش کے لئے مہم جاری

اروناچل پردیش میں فضائیہ کے لاپتہ طیارے اے این ۳۲/کی تلاش کے لئے مسلسل پانچویں دن تلاشی مہم جاری ہے،لیکن طیارے کے بارے میں کسی طرح کا سراغ نہیں ملا ہے۔جمعہ کی صبح آٹھ بجے سب سے پہلے فضائیہ کی لمبی دوری کے ٹوہی طیارے پی 8 آئی نے طیارہ لاپتہ ہونے کے ممکنہ علاقوں کے اوپر پرواز بھری۔اس کے بعد فضائیہ کے جدید اور زبردست طیارے سی 130 جے نے بھی علاقے کے اوپر تلاشی پرواز بھری۔اسی دوران ایم آئی 17 ہیلی کاپٹر نے بھی اپنی مہم شروع کی جسے خراب موسم اور رات کی وجہ سے روک دیا گیا تھا۔فضائیہ نے گزشتہ دو دنوں سے لاپتہ طیارے کی تلاشی کے لئے چلائی گئی مہم میں تیزی کے ساتھ ساتھ اس کا دائرہ بڑھا رکھا ہے۔فوج کے بغیر پائلٹ کے طیارے کے ساتھ ساتھ ہندوستانی خلائی تحقیق تنظیم کے سیٹلائٹ کارٹوسیٹ اور ریسیٹ بھی حادثے کے ممکنہ علاقوں کی مسلسل تصویریں لے رہے ہیں۔اس کے علاوہ فوج اور مقامی پولیس کی زمینی ٹیمیں بھی تلاشی مہم میں لگی ہوئی ہیں۔مہم میں 4 ایم آئی-17 ہیلی کاپٹر،انت ہلکے ہیلی کاپٹر،دوسخوئی طیارے،ایک ٹرانسپورٹ طیارہ سی-130 اور فوج کے ایک بغیر پائلٹ کے طیارے کو لگایا گیا ہے۔اے این-32 طیارے نے پیر کے روز دن میں 12 بج کر 25 منٹ پر آسام کے جورہاٹ سے اروناچل پردیش کے مغربی سیانگ ضلع میں واقع میچو کا ایڈوانس لینڈنگ گراؤنڈ کے لئے پرواز بھری تھی۔تقریباً ایک بجے طیارے کا رابطہ کنٹرول روم اور دیگر ایجنسیوں سے ٹوٹ گیا۔فضائیہ نے طیارے سے رابطہ ٹوٹنے اور اس کے منزل تک نہ پہنچنے پر اس کی تلاش کے لئے ضروری کارروائی شروع کر دی تھی۔طیارے میں پائلٹ عملے سمیت فضائیہ کے 13 فوجی سوار تھے۔اے این-32 طیارے کا سب سے خطرناک حادثہ 22 جولائی 2016 کو ہوا تھا۔چنئی کے تامبرم ہوائی اڈے سے پرواز بھرنے والا وہ طیارہ مغربی بنگال کی خلیج کے اوپر پرواز کے دوران لاپتہ ہو گیا تھا۔اس طیارے میں 29 افراد سوار تھے اور اس کے بارے میں بعد میں کوئی سراغ نہیں ملا۔10 سال پہلے 2009 میں بھی اروناچل پردیش میں بھی ایک اے این-23 طیارہ لاپتہ ہو گیا تھا۔اس طیارے میں بھی 13 افراد سوار تھے۔سال 1999 میں دہلی میں اے این-32 طیارہ حادثے میں 21 افراد کی موت ہو گئی تھی۔(قومی آواز)

بلٹ ٹرین: جاپان سے ہوئے معاہدے کی خلاف ورزی

وزیر اعظم نریندر مودی کے ہائی ویژن بلٹ ٹرین پروجیکٹ کے لئے مہاراشٹر کی بی جے پی حکومت نے جبراً اراضی تحویل میں لینے کا فیصلہ لیا ہے۔اس کے تحت اگلے دو-تین مہینے کے اندر یعنی آئندہ اسمبلی انتخابات سے قبل اراضی تحویل میں لینے کا عمل مکمل کر لیا جائے گا۔مہاراشٹر کے پال گھر اور ٹھانے کے کچھ گاؤں کے کسان اور قبائلی اپنی زمین دینے پر راضی نہیں ہیں اور وہ تحریک چلا رہے ہیں لیکن ان کی بات سنی جائے گی اس کا امکان نہ کے برابر ہے۔یوں تو اراضی تحویل میں لینے کی مدت گزشتہ مارچ میں ہی گزر چکی ہے لیکن ابھی تک پوری زمین حاصل نہیں ہوئی ہے،لہٰذا اب اس میں تیزی لائی جا رہی ہے۔لوک سبھا انتخابات میں بی جے پی-شیوسینا کو جس طرح جیت ملی اس کے بعد وزیر اعلیٰ دیویندر فڑنویس کا جوش دیکھتے ہی بنتا ہے۔ان سے ملاقات کے بعد چیف سکریٹری اجوئے مہتا نے پال گھر کے کلکٹر سمیت متعلقہ افسران کے ساتھ میٹنگ کی اور مہاراشٹر ریجنل ٹاؤن پلاننگ ایکٹ) ایم آر ٹی پی (کے تحت دفعہ 96 کو نافذ کرنے کا فیصلہ لیا گیا۔اس میں طے کیا گیا کہ جو لوگ اپنی زمین نہیں دے رہے ہیں ان کی زمین کو جبراً تحویل میں لیا جائے۔اس کے لئے رائٹ ٹو فیئر کنسپشن اینڈ ٹرانسپیرینسی ان لینڈ ایکیوزیشن ری ہبلی ٹیشن ری سیٹلمنٹ ایکٹ 2013 کے سیکشن 96 کا استعمال کیا جائے گا۔ذرائع کا کہنا ہے کہ زمین مالکان کو ان کی زمین کی قیمت بازار بھاؤ سے چار گنا زیادہ دی جائے گی۔اگر اس پر بھی وہ زمین دینے میں آنا کانی کرتے ہیں تو جبراً زمین تحویل میں لینے کا عمل اختیار کیا جائے گا۔یہاں پال گھر،ٹھانے اور دہانو کے کسانوں اور آدیواسیوں کی زمینیں ہیں۔اراضی تحویل میں لینے کا عمل پورا نہیں ہونے سے بلٹ ٹرین پروجیکٹ معلق پڑا ہوا ہے۔اس بلٹ ٹرین پروجیٹ کے لئے 18.92 ہیکٹیئر میں مینگروو کے پودوں کو بھی کاٹا جا رہا ہے۔مینگروو سمندر کے ساحل پر لگے ہوتے ہیں جو سونامی جیسی آفت سے تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ماحولیات کے حوالہ سے ان پودوں کو کاٹنے پر پابندی عائد ہے لیکن اس پابندی کو بھی نظر انداز کیا جا رہا ہے۔اکھل بھارتیہ کسان سبھا کے سربراہ ڈاکٹر اشوک دھاولے کا کہنا ہے کہ کسان اور آدیواسی بلٹ ٹرین پروجیکٹ کے لئے اپنی زمین دینے کو تیار نہیں ہیں کیوں کہ زمین کی قیمت کے علاوہ انہیں متبادل زمین نہیں دی جا رہی ہے۔زمین نہیں ہونے سے ان کا مستقبل اندھیرے میں ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ مودی حکومت کی حلف برداری کے بعد تحویل اراضی پالیسی کے خلاف یکم جون کو ہی پال گھر،تلاسری اور دہانو کے کسانوں نے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ان تینوں تحصیلوں سے بلٹ ٹرین گزرنے والی ہے۔

دھاولے نے کہا کہ حقوق اراضی تحریک کا خاکہ تیار کیا جا رہا ہے اور اس میں دوسری تنظیموں کے ساتھ مل کر تحریک میں تیزی لائی جائے گی۔یہ تحریک مہاراشٹر اور گجرات میں ہوگی جہاں کے کسانوں اور آدیواسیوں کی زمین بلٹ ٹرین پروجیکٹ کے لئے جبراً لینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

بلٹ ٹرین کے لئے جاپان کا تعاون لیا جا رہا ہے اور ہندوستانی حکومت کا جاپان انٹرنیشنل کوآپریشن ایجنسی) جی آئی سی اے (کے ساتھ قرار ہوا ہے،اس قرار کے مطابق زمین جبراً تحویل میں نہیں لی جا سکی۔سماجی خدمت گار برائن لوبو بھی کہتے ہیں کہ جبراً زمین تحویل میں لینے سے جی آئی سی کے ساتھ ہوئے قرار کی خلاف ورزی ہوگی اس بلٹ ٹرین پروجیکٹ کا کام ہندوستان کی طرف سے نیشنل ہائی اسپیڈ ریل کارپوریشن لمیٹڈ کی نگرانی میں ہو رہا ہے۔(قومی آواز)

طب و سائنس

دنیا بھر میں منشیات سے ہونے والی موتوں میں اضافہ

گزشتہ برس براعظم یورپ میں تقریباً بیاسی سو افراد منشیات کی زیادہ مقدار استعمال کرنے کے باعث انتقال کر گئے۔ امریکہ میں پچھلے سال ایسی ہلاکتوں کی تعداد یورپ سے دس گنا زیادہ رہی۔ یورپی ڈرگ رپورٹ برائے ۲۰۱۸ء کا اجراء ۶/جون ۲۰۱۹ء کو کیا گیا، اس میں یورپ بھر میں نشے کی لت میں مبتلا افراد کے حوالے سے ایک مسابقتی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ گزشتہ برس منشیات کی زیادہ مقدار کے نتیجے میں ہلاکتوں کی تعداد میں معمولی اضافہ ریکارڈ کیا گیا۔ ۲۰۱۷ء کے مقابلے میں گزشتہ برس تین سو اموات زیادہ ہوئیں۔

اس رپورٹ میں واضح کیا گیا ہے کہ خطرناک نشہ آور مادے ہیروئن کے استعمال میں کمی ریکارڈ کی گئی اور ایچ آئی وی کے پھیلاؤ میں گزشتہ ایک دہائی کے مقابلے میں چالیس فیصد کی کمی ہوئی ہے۔ بظاہر ان اعداد و شمار میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں ہوئی۔ محققین کا خیال ہے کہ منشیات کے زیادہ استعمال سے ہونے والی ہلاکتیں رپورٹ کی گئی تعداد سے اندازاً بیس تا تیس فیصد زیادہ ہو سکتی ہیں کیونکہ انہیں مناسب انداز میں پولیس یا ہسپتالوں میں رجسٹر نہیں کیا جاتا۔ یورپی ڈرگ رپورٹ کے مطابق بھنگ کا استعمال یورپی باشندوں میں بہت زیادہ رواج پا رہا ہے۔ اس کے علاوہ کوکین کے استعمال میں بھی بتدریج اضافہ دیکھا گیا ہے۔ اس سلسلے میں منشیات استعمال کرنے والے اور کوکین فراہم کرنے والے ڈیلر فون ایپس کا استعمال جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس رپورٹ میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ منشیات کی زیادہ مقدار استعمال کرنے سے یورپ میں ہونے والی تقریباً بیاسی سو ہلاکتیں کوکین یا دوسری منشیات کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ افیون کے ست سے تیار کیے جانے والے مرکب ہیروئن کو دوسری منشیات کے ساتھ ملا کر استعمال کرنے سے ہوئیں۔ ایسے خطرناک نشہ آور مرکب سے ہونے والی ہلاکتیں ۷۸/فیصد رہیں۔

رپورٹ کے ریسرچر جولیان ونسینٹ کا کہنا ہے کہ افیون سے تیار کیے جانے والے نشہ آور مرکبات کا کم مگر کنٹرولڈ استعمال، جو ڈاکٹر کی ہدایت پر ہو وہ موت کا سبب نہیں بنتا۔ اس ریسرچر نے واضح کیا کہ یہ مرکب انتہائی خطرناک نشہ آور شے ہے۔ اس کے استعمال سے امریکہ میں ۲۰۱۷ء کے دوران ستر ہزار سے زائد افراد ہلاک ہوئے تھے۔ یہ امر اہم ہے کہ عالمی سطح پر منشیات کے خلاف ادارے سرگرم اور فعال ہیں اور نشے کے استعمال کو کنٹرول کرنے کی کوشش جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ادھر جرمنی کے حوالے سے ایک ریسرچر ہینریک یُونگ بارلے کا کہنا ہے کہ جرمنی میں منشیات فروشی اور استعمال کے خلاف چار رخی پالیسی پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس میں انسداد اور تدارک، تھیراپی، نقصان کو کنٹرول کرنے کی کوشش اور اثرات شامل ہیں۔ یہ پالیسی ۱۹۹۰ء میں متعارف کرائی گئی تھی۔ برطانیہ کے اعداد و شمار کے ادارے کی رپورٹ کے مطابق ملک میں منشیات کے استعمال سے ہونے والی اموات میں ۲۹/فیصد اضافہ ہوا ہے۔ خاص طور پر کوکین، فینٹانل اور میفیڈرون نامی منشیات کا استعمال بڑھ رہا ہے، جو چین سے غیر قانونی طور پر ڈارک ویب کے ذریعے درآمد کی جاتی ہیں۔ منشیات کے استعمال کے خلاف کام کرنے والے کارکنوں کا کہنا ہے کہ حکومت کو اس سلسلے میں اقدامات کرنے چاہییں۔ گذشتہ برس کوکین سے ہونے والی اموات میں اضافہ ہوا، جب کہ ہیروئن اور مارفین کے استعمال کنندگان کی اموات میں کمی دیکھنے میں آئی۔ کل ملا کر ۲۰۱۷ء میں انگلینڈ اور ویلز میں ۳۷۵۶/لوگ غیر قانونی منشیات کے استعمال سے موت کے منہ میں پہنچے۔ ادارے کے مطابق ان میں سے دو تہائی اموات منشیات کے غلط استعمال کے باعث ہوئیں۔ برطانیہ میں منشیات کے ہاتھوں مرنے والوں کی تعداد دس لاکھ میں ۶۶/ہو گئی ہے جو یورپی یونین سے تین گنا زیادہ ہے۔

بی بی سی لندن کی ایک رپورٹ کے مطابق بنگلہ دیش میں ہزاروں افراد کو یابا نامی ایک نشہ آور گولی کی لت لگ چکی ہے۔ یابا میتھ ایمفیٹامین اور کیفین کے مرکب سے تیار کی جاتی ہے، جسے لال اور گلابی رنگ کی گولیوں کی صورت میں سستے دام فروخت کیا جاتا ہے۔ بنگلہ دیش میں ہر سال ہزاروں نوجوان اس سستے نشے میں پڑ کر ہلاک ہو رہے ہیں یا جسمانی و ذہنی طور پر ناکارہ ہوتے جا رہے ہیں۔

ہفتۂ رفتہ

خالص نیت کے ساتھ دین اور علم دین کی خدمت و اشاعت کو اپنا فریضہ بنائیے

جامعہ رحمانی کے فارغ ہونے والے طلبہ سے امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کا خطاب

۲۶/رمضان المبارک کو بعد نماز ظہر خانقاہ رحمانی مونگیر کی مسجد میں سیکڑوں معتکفین اور شہر کے معززین کی موجودگی میں شیخ طریقت مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی نے جامعہ رحمانی سے فارغ ہونے والے طلبہ کو بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا اور اپنی دونوں سندوں کے ساتھ حدیث کے پڑھنے پڑھانے اور روایت کے نقل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی، واضح رہے کہ حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کی دوسری سند کے ذریعہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تک صرف چار واسطے ہیں۔ اس موقعہ پر انہوں نے فارغ ہونے والے طلبہ سے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ صرف درس و تدریس ہی دین کی خدمت نہیں ہے، دین کی خدمت کا باب بہت وسیع ہے، اس لئے کسی ایک جہت میں خالص نیت کے ساتھ دین اور علم دین کی خدمت و اشاعت کو اپنا فریضہ بنائیے، یاد رکھئے رزق کا مالک اللہ ہے جو تقویٰ کی راہ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کیلئے راہ کھولنے اور گمان سے زیادہ رزق دینے کا وعدہ کیا ہے، اس لئے معاش کی فکر میں اپنی راہ سے ہرگز نہ بھٹکئے، قرآن نے واضح کر دیا کہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپکا کام سماج کی اصلاح کرنا اور اسے دین کی طرف بلانا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بیشک بخاری شریف کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے اور قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ صحیح احادیث کا مجموعہ یہ ہے مگر جس درجہ کی حدیثیں اس کتاب میں بیان کی گئی ہیں اسی معیار اور درجہ کی حدیثیں دوسری کتابوں مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف اور دوسری حدیث کی کتابوں میں بھی بیان کی گئی ہیں اس لئے دین کے احکام کو صرف بخاری شریف میں منحصر کر لینا اور کسی بھی شرعی معاملہ میں صرف بخاری شریف کا حوالہ مانگنا کم علمی کی بات ہے خود بخاری شریف میں بھی بہت سی حدیثیں معیار سے نیچے کی ہیں۔ آخری حدیث کی تشریح کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اعمال چھوٹے کیوں نہ ہوں مگر خلوص نیت کے ساتھ کئے جائیں تو اللہ کے یہاں ان کا بڑا درجہ ہے، جیسے بخاری کی یہ آخری حدیث میں سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم کا کلمہ کہ اللہ کو یہ بہت محبوب ہے اور زبان پر ہلکا ہونے کے باوجود وزن میں بھاری ہے۔ اجلاس کی نظامت کرتے ہوئے جناب حافظ محمد امتیاز صاحب رحمانی نے جامعہ رحمانی میں حدیث شریف کی تعلیم کے آغاز اور یہاں دی جانے والی تعلیم پر روشنی ڈالی اور انہوں نے کہا کہ آپ سب خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو جامعہ رحمانی کے طفیل براہ راست حدیث شریف کے پڑھنے سمجھنے اور بخاری شریف کے درس میں شریک ہو کر دعا کرنے کا موقعہ دیا ہے، آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ حدیث کو جانیں اور اس پر خود عمل کا اہتمام کریں اور دوسروں کے اندر عمل کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ اجلاس کا آغاز جناب قاری محمد جوہر نیازی صاحب رحمانی استاذ جامعہ رحمانی کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا اور حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی کی پرسوز دعاء پر اختتام پذیر ہوا۔ (پریس ریلیز)

عیدالفطر کے موقع سے وزیر اعلیٰ کی امارت شرعیہ میں حاضری

مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ نے ان کا خیر مقدم کیا

محمد عادل فریدی

عیدالفطر کے اہم موقع سے مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں معزز وزیر اعلیٰ حکومت بہار جناب نتیش کمار صاحب کی آمد ہوئی۔ اس موقع پر ان کے ساتھ حکومت بہار کے وزیر جناب شیام رجک صاحب اور پٹنہ کے کئی اعلیٰ افسران موجود بھی تھے۔ وزیر اعلیٰ کی آمد پر امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم حضرت مولانا شبلی القاسمی صاحب نے گلدستہ پیش کرتے ہوئے ان کا استقبال کیا، امارت کے دیگر ذمہ داران میں جناب مولانا عبدالجلیل قاسمی صاحب قاضی شریعت اور امارت شرعیہ کے صدر مفتی جناب مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی، مولانا محمد ارشد رحمانی آفس سکریٹری امارت شرعیہ، جناب مرزا حسین بیگ انچارج بیت المال، نائب انچارج بیت المال جناب سمیع الحق، مولانا رضوان احمد ندوی، جناب ڈاکٹر نثار احمد ایڈمنسٹیٹر پارا میڈیکل امارت شرعیہ سمیت کارکنان و ذمہ داران کی بڑی ٹیم کے علاوہ جناب احمد اشفاق کریم صاحب ممبر پارلیمنٹ ان کے ہمراہ وزیر اعلیٰ کے استقبال میں تھے۔ امارت شرعیہ کے مٹنگ ہال میں وزیر اعلیٰ نے اس موقع پر عید کی دلی مبارک باد پیش کرتے ہوئے مولانا شبلی القاسمی سے کہا کہ آپ لوگوں اور تمام مسلمانوں کو میں عید کی مبارک باد پیش کرنے اور عید کی خوشی میں شریک ہونے یہاں آیا ہوں۔ اللہ یہ خوشی پورے سال ہم لوگوں میں باقی رکھے اور پورے ملک خاص طور سے ریاستِ بہار میں امن و سکون اور بھائی چارہ کا ماحول بنا رہے۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ ہماری کوشش ہمیشہ رہی ہے اور آئندہ بھی رہے گی کہ بہار کے تمام لوگ مل کر محبت کے ساتھ رہیں تا کہ ریاست ترقی کی راہ پر مضبوطی سے گامزن رہے، حضرت مولانا محمد شبلی القاسمی نے وزیر اعلیٰ کے ذریعہ کئے گئے ترقی کے کاموں کو سراہتے ہوئے ان کو ان کے کاموں پر دعا دی اور کہا کہ سڑک، بجلی، تعلیم، شراب بندی سمیت ریاست میں امن قائم رکھنے کی آپ کی تاریخی کوشش قابلِ تعریف ہے، انہوں نے وزیر اعلیٰ سے کہا کہ ریاست بہار کے قبرستانوں کی گھیرابندی ترجیحی بنیاد پر کرنی چاہیے تا کہ امن بگارنے والوں کو کسی طرح کا موقع کا نہ ملے۔ وزیر اعلیٰ اور موجود تمام لوگوں نے مل کر سوئی اور میٹھی چیزیں کھائیں اور عطر کا استعمال کیا۔ اس موقع سے بڑی تعداد میں دفتر کے کارکنان کے علاوہ مقامی لوگوں میں، کوثر خان، محمد آزاد سلطان، اشرف نیتا، محمد منہاج، ہمایوں اشرف،، اعجاز علی، حسیب خان، محبوب علی، اشتیاق عالم، مولانا گوہر امام قاسمی، مولانا اقبال سعادتی سمیت دیگر اہم شخصیات موجود تھے۔ تمام لوگوں نے وزیر اعلیٰ کا خیر مقدم کیا اور وزیر اعلیٰ نے ان لوگوں کو عید کی مبارکباد پیش کی۔ انتظام و انصرام میں قاری مجیب الرحمٰن صاحب، مولانا مجیب الرحمٰن صاحب قاسمی جالوی، قیام الدین صاحب اور مولانا مطیع الرحمٰن صاحب پیش پیش رہے۔ (پریس ریلیز)

لوک سبھا انتخابات میں جیتے ۲۳۳/لیڈروں پر مجرمانہ معاملات

سیاست کو جرم سے پاک کرنے کی تمام کوششوں کے باوجود الیکشن جیت کر ۱۷/ویں لوک سبھا کے رکن بنے لیڈروں میں سے ۴۳/فیصد (۲۳۳) کے خلاف مجرمانہ معاملات درج ہیں۔ نامزدگی داخل کرتے وقت دیے گئے حلف ناموں سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ جیتنے والے امیدواروں میں سے ۲۹/فیصد (۱۵۹) کے خلاف سنگین مجرمانہ معاملات درج ہیں۔ ان میں عصمت دری، قتل، قتل کی کوشش، اغوا اور خواتین کے خلاف جرائم وغیرہ شامل ہیں۔ (یو این آئی)

گوڈسے زندہ باد اور وندے ماترم کا نعرہ نہ لگانے والے ملک چھوڑ دیں، ہندو مہاسبھا کی دھمکی

ہندو مہاسبھا کے میرٹھ ضلع صدر ابھیشیک اگروال نے کہا ہے کہ جو "جے ہندو راشٹر" جے شری رام، ہر ہر گوڈسے گھر گھر گوڈسے اور وندے ماترم کے نعرے نہیں لگا سکتے انہیں ملک چھوڑ کر چلے جانا چاہئے۔ جمعہ کو ضلع میں پریس کانفرنس کر کے اگروال نے کہا کہ جو ہندوستان میں ہندوریت و رواج سے نہیں رہ سکتا یا ہندوریت و رواج کا مخالف ہے اسے یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ ایسے لوگوں کو یہاں سے چلے جانا چاہئے اور دیگر جگہ جا کر ترقی کے راستے دیکھنا چاہئے۔ اگروال نے مغربی بنگال کی وزیر اعلیٰ ممتا بنرجی پر حملہ کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح بنگال کی وزیر اعلیٰ جے شری رام کے نعرے لگانے والوں کو جیلوں میں ڈالنے کی بات کر رہی ہیں تو وہ وشو ہندو پریشد کے کارکنان کو جیلوں میں بھیج کر دکھائیں، ان کی ہمت اور طاقت کا پتہ چل جائے گا، انہوں نے چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ وہ ۱۵ پوسٹ کارڈ ممتا بنرجی کو بھیج رہے ہیں، اگر ان میں ہمت ہے تو پوسٹ کارڈ پر موجود ہمارے ایڈریس کو دیکھ کر گرفتار کر کے دکھائیں۔ اگروال نے دھمکی والے لہجے اپناتے ہوئے کہا کہ جو ملک کے وزیر اعظم نریندر مودی اور ہندو رواج کے طور طریقوں سے نہیں چل سکتا یا پھر جے شری رام کے نعروں سے نفرت کرتا ہو تو اسے اس ملک میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ (بصیرت)

کیا ہندوستان ایک ہندو راشٹر بنتا جا رہا ہے

رام چندر گھا

ہر عام انتخاب اپنے آپ میں جداگانہ ومخصوص ہوتے ہیں، اس لیے کچھ مبصرین انتخاب کے موازنے کی مخالفت کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے دیکھا حال ہی تمام ہوئے عام انتخاب اور ۱۹۷۱ء کے عام انتخاب کچھ حد تک ملتے جلتے تھے۔ تب بھی اور اب بھی، ایک بڑی پارٹی برسر اقتدار تھی؛ ایک ایسی پارٹی جس کا اثر ملک کے بڑے حصے پر تھا۔ تب بھی اور اب بھی، اس پارٹی کی مخالفت مختلف ایسی پارٹیاں کر رہی تھیں جن کا حلقہ اثر محدود، بلکہ مخصوص صوبوں تک ہی تھا۔ تب بھی اور اب بھی، حزب اختلاف کی ان رنگارنگ پارٹیوں کا یہ مرکب نظریاتی اعتبار سے مختلف الخیال تھا، کسی بھی طرح وزیر اعظم کی شخصی مخالفت، بس اس معاملے میں ہی ان کا اتحاد تھا۔ اندرا گاندھی کو ۱۹۷۱ء کا انتخاب جیتنے میں جس نعرے نے مدد کی تھی وہ آج بھی ذہنوں میں محفوظ ہے، البتہ یہ بات کم لوگ جانتے ہیں کہ یہ نعرہ انہوں نے یا پارٹی نے نہیں دیا تھا۔ بلکہ یہ اس نعرے کا جواب تھا، جو ان کی مخالف پارٹیوں نے دیا تھا۔ یہ نعرہ تھا ''اندرا ہٹاؤ''۔ دراصل اندرا مخالف ان پارٹیوں کی نظر میں ساری غلطیوں کی جڑ اندرا گاندھی تھیں، پھر چاہے وہ برسر اقتدار پارٹی کی غلطی ہو یا سرکاری سطح کی۔ اس نعرے کے جواب میں اندرا نے نعرہ دیا، 'وہ کہتے ہیں اندرا ہٹاو، میں کہتی ہوں غریبی ہٹاو۔ یہ شخصی نفرت انگیزی کے مقابلے ایک دم مثبت وتعمیری جواب تھا، جس نے اندرا گاندھی اور ان کی پارٹی یعنی کانگریس کو ۱۹۷۱ء کا انتخاب جیتنے میں بھرپور مدد کی۔

اب ۲۰۱۴ء کی طرف آتے ہیں جب پارٹی میں باغیانہ تیور دکھا کر نریندر مودی وزارت عظمیٰ کے لیے اپنی دعوے داری پیش کرتے ہوئے پرکشش جملوں کے ساتھ سامنے آئے؛ جیسے سب کا ساتھ سب کا وکاس اور اچھے دن۔ غریبی ہٹاو کی ہی طرح یہ نعرے بھی مثبت تھے۔ ان کے ذریعے مذہب یا ذات پات کے تفرقے سے الگ ایک عام ہندوستانی ووٹر کے لیے خوشحال، غریبی کو کم کرنے والے وقت کی بات کی جا رہی تھی۔ ۲۰۱۹ء کے انتخاب میں وزارت عظمیٰ کے لیے دوبارہ دعویٰ پیش کرتے ہوئے نریندر مودی نے کون سا نعرہ دیا؟ ہم کبھی نہیں جان پائیں گے۔ اصل میں ۲۰۱۸ء کے نصف آخر سے حزب اختلاف کے کچھ لیڈران نے آپس میں صلاح کیے بغیر یہ طے کر لیا کہ انہیں وزیر اعظم کے خلاف مہم چلانی ہے۔ بس پھر ممتا بنرجی، چندرا بابو نائیڈو، اروند کیجریوال اور راہل گاندھی وزیر اعظم کی مخالفت کرنے میں جٹ گئے۔ کسی نے ان پر تاناشاہی کا الزام لگایا، کسی نے بدعنوانی کا، کچھ نے انہیں تاناشاہ اور بدعنوان دونوں بتا دیا۔ یہ سب پرزور انداز میں بار بار کہہ رہے تھے کہ نریندر مودی کو (بی جے پی یا این ڈی اے کو نہیں) جانا چاہیے۔

پھر ۱۹۷۱ء کی انتخابی مہم کی طرح ۲۰۱۹ء کے انتخاب میں حزب اختلاف کی مہم ''مودی ہٹاؤ'' کے ارد گرد گھومتی رہی۔ اگر پلواما پر دہشت گردانہ حملہ نہ ہوا ہوتا تو یہ مہم کتنی کارگر ہوتی، اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اس حملے کے بعد وزیر اعظم نے اس چیلنج کو قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا اور انتخاب کو اپنی ذات پر مبنی رائے شماری میں بدل لیا۔ لیکن ۱۹۷۱ء کی اندرا گاندھی کے برخلاف انہوں نے غریبی ہٹانے کا وعدہ نہیں کیا۔ انہوں نے ملک کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا۔ انہوں نے کہا،'' وہ کہتے ہیں مودی ہٹاو، میں کہتا ہوں دیش کو مضبوط اور محفوظ بناؤ۔''

نریندر مودی خود یہی چاہتے تھے کہ ۲۰۱۹ء کی پوری تشہیری مہم انہی پر مرکوز رہے۔ کیونکہ وہ سرکار کے ہر عمل کو اپنی دین بتانے پر پورے انہماک سے کام کر رہے تھے۔ سرکار کے اشتہارات میں ہر کام کا سہرا انہیں کے سر باندھا جاتا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہ تحفہ جات مودی بی جے پی کارکنان کے ہاتھوں ووٹرس کے گھر بھیج رہے ہوں۔ اگر دیہات کی ایک خاتون کو سبسڈی پر گیس سلنڈر مل رہا تھا تو وہ مودی دے رہے تھے اور ایک کسان کو قرض مل رہا تھا تو وہ بھی مودی دے رہے تھے۔ اسکول میں ایک بلیک بورڈ آ رہا تھا تو اسے دینے کا خیال بھی نریندر مودی کا تھا۔ یہاں تک کہ برہم پتر پر ایک بڑا پل بنے، جس کا کام کئی وزرائے اعظم کے دور میں چلا، جس میں درجنوں انجینئرس کی نگرانی میں ہزاروں محنت کشوں نے کام کیا ہو، اس کے لیے ایسا پروپیگنڈا کیا گیا، جیسے یہ کام صرف نریندر مودی ہی نے کرایا ہو۔ چاہے کانگریس کی ہو یا بی جے پی کی، پچھلی سرکاروں نے درجنوں فلاحی اسکیمیں چلائیں، لیکن ان کا شمار ریاست یا پھر ایک پارٹی کے ذریعے مرحمت کی جانے والی سہولیات میں کیا جاتا تھا۔ عوام الناس کے لیے کیے جانے والے سارے فلاحی کام، کسی ایک شخص یعنی نریندر مودی کی دین بتانے کا دعویٰ نیا تھا اور حد درجہ مؤثر بھی۔

پلواما حملہ اور بالاکوٹ اسٹرائیک کے بعد تو وزیر اعظم نے تشہیری مہم اور زیادہ شخصی کر لی۔ انہوں نے راہل گاندھی کے نعرے ''چوکیدار چور ہے'' میں سے چوکیدار اچک لیا کہ وہ ملکی مفادات کے چوکیدار ہیں۔ وہ بتانے لگے کہ کیسے پاکستان ان سے اور صرف ان سے ڈرتا ہے۔ انہوں نے حزب اختلاف کے لیڈران کی کھلی اڑاتے ہوئے انہیں ناتواں اور دشمنوں کا ایجنٹ تک قرار دے دیا۔ ووٹرس سے وہ کہتے تھے کہ کمل کا بٹن دبائیے تو ووٹ سیدھا مجھے ملیگا۔ اس سب کے بیچ پارلیامنٹ کے لیے انتخاب لڑ رہے بی جے پی امیدواروں کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔

۱۹۷۱ء کے انتخاب میں غریبی ہٹانے کے لیے ووٹرس نے ان کے مخالفین کے بجائے اندرا گاندھی پر بھروسہ کیا۔ اندرا گاندھی نے تب راجے مہاراجوں کا دبدبہ ختم کر کے بینکوں کا نیشنلائزیشن کر دیا تھا، جبکہ ان کے مخالفین کی راجے مہاراجوں سے قربت تھی اور وہ سرمایہ دارانہ نظام کے حامی تھے۔ ۲۰۱۹ء میں ملک کے تحفظ کی بات آئی تو ووٹرس نے مخالفین کے بجائے نریندر مودی پر زیادہ بھروسہ کیا؛ کیونکہ انہوں نے طاقت اور خصوصی اختیارات کا اس طرح مظاہرہ کیا، جیسا مخالفین نہ کر سکے۔ ان دونوں معاملات میں انتخاب کو شخصی سطح تک لے جانے کے لیے حزب اختلاف، حکمراں جماعت کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی ہی بنا۔ بی جے پی نے اپنی پوری تشہیری مہم صرف مودی، مودی اور مودی پر چلائی۔ وزیر اعظم ہی ملک کو باہری دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھ سکتے ہیں، اس تشہیر کا مرکزی موضوع تھا۔ اس کے ساتھ ہی بہت گہرائی اور خفیہ طور پر یہ مہم چلائی گئی کہ مودی ہی ہندو گورو کی رکشا کر سکتے ہیں اور دشمنوں سے ہندوؤں کے مفادات کا تحفظ کر سکتے ہیں، چاہے وہ پاکستان ہو یا مسلمان۔ ۲۰۱۹ء میں آئے نتائج سے موٹے طور پر تین باتیں سمجھی جا سکتی ہیں۔ پہلی اس بات کی توثیق ہے، جو راقم نے اپنی کتاب انڈیا آفٹر گاندھی کے ۲۰۱۷ء میں آئے دوسرے ایڈیشن میں لکھی: ''بی جے پی آج ایک قومی سطح کی پارٹی ہے۔ ملک کے کئی صوبوں میں اسے مؤثر اکثریت حاصل ہے۔ وہ قومی سیاست کے رخ کا تعین کرتی ہے، جیسا کانگریس ۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء میں کیا کرتی تھی۔ دوسری بات یہ کہ ہندوستان اب زیادہ ہندو راشٹر ہوتا جا رہا ہے۔ ۲۰۱۴ء کے برخلاف اس بار بی جے پی نے واضح طور پر ہندوؤں کی پارٹی کے طور پر کام کیا۔ اپنے چناوی اعلامیے کے ساتھ دوسری باتوں میں بھی؛ جیسے اس کے صدر کے مسلم مخالف بیانات، پرگیہ ٹھاکر جیسی سخت گیر ہندووادی کو ٹکٹ دینا اور وزیر اعظم کا عقیدت مند ہندو کے طور پر کیدارناتھ کے نزدیک غار میں دھیان کرنا اور اس کی تشہیر کرنا۔ زمینی حقائق سے روبرو ہونے والے صحافیوں کا کہنا تھا کہ کئی ووٹرس مودی کو اس لیے پسند کرتے ہیں کہ ان کی نظر میں وہ ہندوؤں کے تفاخر کی حفاظت کرنے والے ہیں، نیز مسلمانوں کو سبق سکھا دیں گے۔

تیسری بات یہ کہ رائے دہندگان کی بڑی تعداد ایک شخصیت کی گرویدہ ہو گئی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا پورا ملک اس شخصیت کے سحر میں گرفتار ہونے والا ہے؟ مجلس دستور ساز سے اپنے آخری خطاب میں بی آر امبیڈکر نے جان اسٹوئرٹ مل کی بات کہتے ہوئے ہندوستانی باشندوں کو متنبہ کیا تھا کہ ایسا نہ کریں کہ کسی عظیم شخص کے قدموں میں اپنی آزادی رکھ دیں، نہ ہی اسے اتنے اختیارات دیں کہ وہ ان کے اداروں کو تباہ وبرباد کرنے لگ جائے۔ انہوں نے اس جانب بھی اشارہ کیا کہ ''مذہب میں بھکتی، آتما کی شانتی کا راستہ بن سکتی ہے، لیکن سیاست میں بھکتی یا شخصیت پرستی، تنزل اور تاناشاہی کی یقینی راہ ہے۔'' امبیڈکر جب متنبہ کر رہے تھے، تب ان کے ذہن میں کون تھا؟ کیا وہ اپنے ملک کی عوام سے کہہ رہے تھے کہ اس طرح اب کبھی کسی کی پرستش نہ کریں، جس طرح حال ہی قتل کیے گئے مہاتما گاندھی کی پرستش کی تھی؟ کیا وہ کہہ رہے تھے کہ اپنے کرشمائی وزیر اعظم جواہر لعل نہرو کو غلطیوں سے مبرا نہ سمجھیں، بلکہ ان کے کام کاج اور ان کی باتوں پر نظر رکھیں نیز ان کی سرکار کو جوابدہ بنائے رکھیں؟ شاید یہ سب باتیں ان کے ذہن میں تھیں۔ بعد کے وقت میں آمبیڈکر کی یہ پیش گوئی سچ ثابت ہو گئی؛ تب جبکہ ۱۹۷۱ء کے انتخاب میں ملی فتح اور اس کے بعد پاکستان کے خلاف فوجی کارروائی دیکھ کر بہت سے ہندوستانیوں نے اپنی آزادی اندرا گاندھی کے قدموں میں رکھ دی۔ اسی بھکتی کو اندرا گاندھی نے ملک کے اداروں کو پامال کرنے کی دعوت مان لی۔

ان تینوں باتوں میں سے پہلی بات ہمیں کم فکرمند کرتی ہے۔ سیاسی پارٹیاں بڑھتی، پھلتی، پھولتی ہیں پھر ان کا تنزل ہونے لگتا ہے۔ بی جے پی کے اس عروج پر بھی زوال آئے گا، جیسا کہ کانگریس کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اس سے زیادہ ہمیں شخصیت پرستی کو لے کر متفکر ہونا چاہیے۔ اس میں ایک اور ایمرجنسی کا خدشہ موجود ہے۔ جیسا ۱۹۷۱ء میں اندرا گاندھی نے کیا تھا، نریندر مودی بھی ان انتخابی نتائج کو خود کی توثیق مان کر چاہنے لگیں کہ پارٹی، سرکار اور ملک ان کی ہی خواہشات ومرضی کے مطابق چلیں۔ کہا جاتا ہے کہ سیاستدانوں وپارٹیوں کی کامیابی دائمی نہیں ہوتی۔ نریندر مودی کے دور کا بھی خاتمہ ہوگا، جیسا اندرا گاندھی کا ہوا۔ ہمیں سب سے زیادہ پریشان کرنے والی بات ہے ملک کا بتدریج ایک ہندو ریاست میں بدلتے جانا۔ مودی سرکار کے بیتے پانچ سالوں میں منافرت بھری پرتشدد طاقتیں بے لگام رہیں۔ انتخابی مہم کے دوران وہ زیادہ فعال تھیں اور روزمرہ زندگی پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔ ملک کے بنیاد گزاروں نے تکثیریت کی جس روایت کی داغ بیل ڈالی تھی، اس کے پھلنے پھولنے کی امید کم ہوتی جا رہی ہے۔ اسے کتنی جلدی اور مؤثر انداز میں دوبارہ قائم کیا جاتا ہے، ہمارے جمہوری ملک کا مستقبل اسی پر منحصر ہے۔

بقیہ عصر حاضر میں علماء کی ذمہ داریاں: ان کا فدیہ مقرر کیا گیا کہ ہر شخص انصاریوں اور مہاجرین کے دس دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دے۔ اسلام زمانہ کا رفیق ہی نہیں بلکہ راہنما ہے: اس وقت عالم اسلام میں اہل علم کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ تھی کہ یہ تاثر نوجوان طبقہ میں نہ آنے پائے کہ اسلام محض طاقت اور حکومت کے بل پر قائم رہ سکتا ہے، وہ زمانے کی تبدیلیوں اور علم وفن کی ترقیوں کا ساتھ نہیں دے سکتا، وہ اس زمانہ میں چلنے والی چیز نہیں ہے، وہ ابتدائی سادہ اور محدود زمانہ کا ساتھ دے سکتا تھا، جب انسانیت عہد طفولیت میں تھی، لیکن اس پر پیچ، ترقی یافتہ اور وسیع تمدن کے دور میں اسلام زندگی کا ساتھ نہیں دے سکتا، سب سے بڑی خدمت علماء کی یہ تھی کہ اسلامی ملکوں میں اس چیلنج کو قبول کرتے، اور اپنی ذہانت سے، گہرے مطالعہ سے، اصول فقہ سے کام لینے کی صلاحیت سے، کتاب وسنت کے ان ازلی اور لافانی اصولوں کی مدد سے جو ہر زمانے میں نسل انسانی کی رہنمائی کر سکتے ہیں، اس تمدن کو اسلام کے اصولوں کے مطابق رکھنے کی کوشش کرتے، اس میں اگر کسی ملک میں ذرا بھی کچھ کمی ہوگی، اس کا نتیجہ کم سے کم جو ہو سکتا ہے، وہ بے عملی اور شریعت کے خلاف زندگی ہے، اور بڑے سے بڑا نقصان جو ہو سکتا ہے وہ الحاد اور دین سے بغاوت ہے، کسی اسلامی ملک میں آپ دیکھیں گے کہ دوسرا نتیجہ ظاہر ہوا، اور کسی اسلامی ملک میں دیکھیں گے کہ پہلا نتیجہ ظاہر ہوا، حالانکہ دونوں نتیجے اسلام کے حق میں سم قاتل ہیں، سب سے بڑا کام اس وقت یہ ہے کہ ہم ثابت کریں کہ اسلام اپنی روح اور مقاصد کے ساتھ اور اپنے انہیں اصولوں کے ساتھ زندگی کا نہ صرف ساتھ دے سکتا ہے، بلکہ رہنمائی بھی کر سکتا ہے، اس کو خطروں سے صرف وہی بچا سکتا ہے اور وہ تمدن صحیح انسانی تمدن نہیں اور وہ ریاست معتدل اور محفوظ ریاست نہیں جو اسلام نہیں جو اسلام کے اصولوں سے ہٹ جائے، یہ ثابت کرنا ہمارا سب سے بڑا فریضہ ہے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو گئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

امت شاہ کو وزارت داخلہ کا قلمدان؛ کسی طوفان کا پیش خیمہ تو نہیں

افتخار گیلانی

مودی اور امت شاہ کی جوڑی کا رشتہ تیس سال پرانا ہے۔ ۲۰۰۱ء میں مودی کے گجرات کے وزیر اعلیٰ بننے کی راہ کو آسان کرنے کے لیے امت شاہ نے پارٹی میں ان کے مخالفین ہرین پانڈیا اور کیشو بائی پاٹل کو ٹھکانے لگانے میں اہم رول ادا کیا۔ ہرین پانڈیا کو تو قتل کیا گیا، گجرات میں امت شاہ کو وزارت داخلہ کا قلمدان دیا گیا تھا اور ان کا دور وزارت کئی پولیس انکاؤنٹروں کے لیے یاد کیا جاتا ہے۔ نیشنل انوسٹی گیشن ایجنسی نے تو انکو سہراب الدین اور انکی اہلیہ کوثر بی کے قتل کیس میں ایک کلیدی بھی ملزم ٹھہرایا تھا۔

دہشت گردی کے الزامات میں ملوث پرگیہ سنگھ ٹھاکر کو جب حکمران بھارتیہ جنتا پارٹی نے بھوپال سے انتخابی میدان میں اتارا، تو ایک ساتھی نے ازراہ مذاق لقمہ دیا کہ ہندوستان کے لیے ایک نیا وزیر داخلہ تیار ہو رہا ہے۔ وہ ایسے ہندوستان کی منظر کشی کر رہے تھے، جس میں اتر پردیش کے حالیہ وزیر اعلیٰ اجے سنگھ بشٹ یعنی یوگی آدتیہ ناتھ وزیر اعظم اور پرگیہ سنگھ ٹھاکر وزارت داخلہ کے تخت پر براجمان ہوں گے۔

مجھے یاد آیا، کہ محض چند برس قبل ہم نیوز روم میں اسی طرح تفریح کے طور پر امت شاہ (موجودہ بی جے پی صدر، جو ان دنوں جیل میں اور بعد میں تڑی پار کردئے گئے تھے) کے وزیر داخلہ بننے کی پیش گوئی کر کے ہنسی اڑاتے تھے، کسے معلوم تھا کہ ۲۰۱۹ء میں یہ مذاق بالکل حقیقت کا روپ اختیار کرے گا۔ اپنی دوسری مدت میں بھاری اکثریت حاصل کرنے کے بعد وزیر اعظم مودی نے جہاں کیریئر ڈپلومیٹ سبرامنیم جے شنکر کو وزیر خارجہ مقرر کیا، وہیں وزارت داخلہ کا اہم قلمدان اپنے دست راست امت شاہ کے سپرد کر کے پیغام دیا، کہ نہ صرف وہ حکومت میں نمبر دو ہیں بلکہ ان کے جانشین بھی ہیں۔ گوکہ پارٹی کے سینئر لیڈر راج ناتھ سنگھ کی نمبر دو پوزیشن سرکاری طور پر برقرار رہے گی، مگر وزارت دفاع میں ان کو منتقل کرنے کا مطلب یہی لیا جا رہا ہے کہ ان کے پر کترے گئے ہیں۔ کابینہ کے ۲۶ر اراکین میں ۲۱ر اراکین اونچی ذاتوں سے تعلق رکھتے ہیں، جن کی مجموعی آبادی ۱۵ر فیصد سے زیادہ نہیں ہے۔ سینئر وزیروں میں ۱۳ر برہمن ہیں، تین نچلی ذاتوں سے اور ایک سکھ ہے۔ بطور مسلم وزیر بی جے پی لیڈر مختار عباس نقوی کو شامل کیا گیا ہے، جنہوں نے برسوں پہلے ایک بار رام پور سے انتخاب میں کامیابی حاصل کی تھی۔ حکمران اتحاد نیشنل ڈیموکریٹک الائنس میں بہار سے لوک جن شکتی پارٹی کی ٹکٹ پر واحد مسلمان محبوب علی قیصر دوسری بار منتخب ہو کر ایوان میں آ گئے ہیں۔

حیرت کا مقام ہے کہ ان کو وزارت کے قابل نہیں سمجھا گیا۔ بی جے پی کے ایک لیڈر نے اسکی توضیح پیش کرتے ہوئے کہا کہ مودی تو ان کو وزیر بنانا چاہتے تھے، مگر ان کی پارٹی نے باقاعدہ ایک ریزولیشن پاس کر کے پارٹی صدر رام ولاس پاسوان کو وزیر بنانے کی سفارش کی۔ چونکہ سبھی اتحادیوں کو صرف ایک ہی وزارت دی گئی، اس لیے لوک جن شکتی پارٹی سے دو ارکان کو وزارت میں شامل کرنے سے توازن بگڑ سکتا تھا۔ رام ولاس پاسوان کی ذہنیت پر افسوس کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے کہ ایک مسلم ممبر پارلیامنٹ کو وزیر بنانے کے بجائے، خود ہی دعویداری ٹھوک دی، جبکہ انہوں نے انتخاب بھی نہیں لڑا تھا۔ پچھلے ۲۰ر سالوں سے چاہے کانگریس کی حکومت ہو یا بی جے پی کی وہ مسلسل وزارت میں شامل رہے ہیں۔ خیر ہندوستان میں وزارت داخلہ کا قلمدان انتہائی اہم تصور کیا جاتا ہے۔ اس لئے وزراء اعظم اکثر اس عہدہ پر یا تو اپنے انتہائی قریبی یا نہایت کمزور افراد کا تعین کرتے آئے ہیں، جو ان کے لیے خطرہ کا باعث نہ بن سکے۔ پچھلی حکومت میں راج ناتھ سنگھ اور وزارت اعظمیٰ کے دفتر کے درمیان کشمیر کی صورت حال سے نمٹنے کے معاملے پر کئی دفعہ اختلافات سامنے آئے۔

جون ۲۰۱۸ء کو جب راج ناتھ سنگھ جموں و کشمیر کی وزیر اعلیٰ محبوبہ مفتی کے ہاتھ مضبوط کرنے پر زور دے رہے تھے، امت شاہ کی رہائش گاہ کے باہر پارٹی جنرل سیکرٹری رام مادھو صحافیوں کو بتا رہے تھے کہ ان کی پارٹی نے محبوبہ مفتی حکومت سے حمایت واپس لیکر گورنر راج لاگو کرنے کی سفارش کی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ سنگھ کو یہ معلومات ٹی وی چینل سے موصول ہو رہی تھیں۔ نجی گفتگو میں کئی بار انہوں نے اشارے دئے کہ کشمیر اور شمال مشرقی صوبوں کے لیے پالیسی ترتیب دیتے ہوئے ان کی رائے کو اہمیت نہیں دی جاتی ہے۔ سابق وزیر خزانہ یشونت سنہا اور ایک ریٹائرڈ ہائی کورٹ جج کو انہوں نے کشمیر میں بیک چینل کھولنے کی ترغیب دی تھی۔ مگر اس کوشش کو بری طرح سبوتاژ کیا گیا۔ سنہا سے وزیر اعظم نے ملنے سے انکار کیا، اور ان کو قومی سلامتی مشیر اجیت ڈوبھال سے ملنے کے لیے کہا گیا، جس نے شکایت کی کہ سنہا کے مشن سے حریت پسندوں کے حوصلے بلند ہو گئے ہیں۔ مذکورہ جج کے خلاف کشمیر واپسی پر ہی مرکزی تفتیشی بیورو نے ایک کیس کی فائل کھول کر اس کو جیل میں پہنچا دیا۔ اس کے علاوہ ۱۹ر سالہ عشرت جہاں کے اغوا اور بعد میں قتل کے الزام میں بھی ان کے خلاف تفتیش جاری تھی۔ ۲۰۱۳ء میں ان کی ایک ریکارڈنگ میڈیا میں آئی تھی، جس میں وہ ایک دوشیزہ کا فون ٹیپ کرنے اور اسکی نگرانی کرنے کی ہدایت دے رہے تھے۔ وہ دوشیزہ ان کے باس کو پسند آ گئی تھی۔ ۲۰۱۴ء کے عام انتخابات میں مودی نے امت شاہ کو سب سے اہم صوبہ اتر پردیش کا انچارج بنایا تھا، جہاں اس نے بی جے پی کو سب سے زیادہ سیٹیں دلا کر پارٹی کے لیے اقتدار کی راہ ہموار کر دی تھی۔ اس کامیابی کے بعد ان کو پارٹی کا صدر بنایا گیا۔ بطور وزیر داخلہ کشمیر کی صورت حال تو امت شاہ کے لیے چیلنج ہوگا ہی، مگر کشمیریوں کے لیے بھی ان سے نمٹنا ایک بڑے امتحان سے کم نہیں ہوگا۔ پاکستانی حکمرانوں اور افسروں کی کشمیری رہنماؤں کے ساتھ ملاقاتوں پر پابندی لگانے کے بعد مودی حکومت کی اگلی کوشش مسئلہ کشمیر کو دوطرفہ مذاکرات کے عمل سے خارج کروانے کی ہوگی۔ افواہیں گشت کر رہی ہیں کہ جس طرح ۱۹۷۳ء کے شملہ سمجھوتہ میں آنجہانی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے اس مسئلے کی بین الاقوامی نوعیت کو ہندوستان اور پاکستان کے درمیان دوطرفہ معاملے میں تبدیل کروا کے تاریخ میں اپنا نام درج کروایا تھا، اسی طرح اب نریندر مودی بھی اپنا نام امر کروانے کے لئے کشمیر کو پوری طرح ہندوستان میں ضم کروانا چاہتے ہیں۔

کشمیر کی بین الاقوامی حثیت کو چیلنج کرنے کے ساتھ ساتھ امت شاہ ایک اور پلان پر بھی کام کر رہے ہیں۔ اس پلان کا کوڈ نام مشن ۴۴ر ہے اور اس کے تحت کشمیر میں ہونے والے اسمبلی انتخابات میں ہندو اکثریتی خطے جموں اور بدھ اکثریتی ضلع لیہہ کی تمام نشستوں پر بی جے پی کے امیدواروں کو کامیاب بنانا ہے۔ اس کے علاوہ وادی کشمیر کی ایسی نشستوں کی بھی نشاندہی کی گئی ہے جہاں حریت کانفرنس کی بائیکاٹ کال کا سب سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔ ان نشستوں پر جموں اور دہلی میں مقیم کشمیری پنڈتوں کے ووٹوں کا زیادہ سے زیادہ رجسٹریشن کروا کر ان کے پوسٹل بیلٹوں کے ذریعے ان علاقوں میں بھی بی جے پی کے امیدواروں کی کامیابی یقینی بنائی جائے۔

امت شاہ کی حکمت عملی کا مقصد ریاست میں مسلمان ووٹوں کو بے اثر کرنا ہے۔ کشمیر اسمبلی کی ۸۶ر نشستیں ہیں جن میں سے ۳۷ر جموں، ۴۵ر وادی کشمیر اور ۴ر لداخ خطے سے ہیں۔ بی جے پی جموں، کھٹوعہ یعنی خالص ہندو پٹی کی سبھی نشستوں پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس طرح بی جے پی متنازعہ خطے کی اسمبلی میں بڑی پارٹی کے طور پر ابھر سکتی ہے اور بعد میں ہم خیال ارکان اور کانگریس کے ہندو ارکان کی مدد سے ہندوستانی آئین کی دفعہ ۳۷۰ر کو ختم یا اس میں ترمیم کروائی جا سکتی ہے۔

۱۹۵۴ء اور ۱۹۶۰ء میں کشمیر اسمبلی نے اس شق میں ترمیم کی سفارش کی تھی جس کے بعد ہندوستانی صدر نے ایک حکم نامے کے ذریعے سپریم کورٹ، الیکشن کمیشن اور دوسرے اداروں کا دائرہ کشمیر تک بڑھا دیا تھا اور ریاست کے صدر اور وزیر اعظم کے عہدوں کے نام تبدیل کر کے بالترتیب وزیر اعلیٰ اور گورنر کر کے انہیں دوسرے ہندوستانی صوبوں کے مساوی بنا دیا تھا۔ جموں کشمیر کے انتخابی نقشہ پر اگر ایک نگاہ ڈالی جائے، تو جموں ریجن کی ۳۷ر نشستوں میں ۱۸ر حلقے ہندو اکثریتی علاقوں میں ہیں۔ یہ سیٹیں اکثر کانگریس کے پاس ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ اسی ریجن میں ۹ر ایسی سیٹیں ہیں جہاں ہندو مسلم تناسب تقریباً یکساں ہے، یہاں پر امت شاہ وہی فارمولہ اپنانے کے لیے کوشاں ہیں، جو انہوں نے حالیہ لوک سبھا انتخابات میں ریاست اتر پردیش اور بہار کی مسلم اکثریتی سیٹوں میں اپنایا کہ مسلم ووٹوں کو تقسیم کر کے ان کو بے اثر بنایا جائے، جبکہ ہندو ووٹروں کو خوف میں مبتلا کر کے ان کو پارٹی کے پیچھے یکجا کیا جائے۔ دوسری طرف لداخ کے بودھ اکثریتی لیہہ ضلع کی دو اسمبلی نشستوں پر بھی بی جے پی آس لگائے ہوئے ہے، تاکہ آئندہ اسمبلی میں زیادہ سے زیادہ نشستیں حاصل کر کے وادی کشمیر اور مسلم اکثریت کے سیاسی اثر و رسوخ کو ختم کر کے مسئلہ کشمیر کو ایک نئی جہت دے۔ پچھلے الیکشن سے قبل جب ہندوستان بھر میں مودی لہر شروع ہوئی تو ریاست کے سیاسی پنڈتوں اور ہندو نواز لیڈروں کے ساتھ ساتھ مزاحمتی قیادت نے بھی پاکستانی وزیر اعظم عمران خان کی طرح یہ کہنا شروع کیا تھا کہ کشمیر کے بارے میں اگر کوئی روایت سے ہٹ کر اقدام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ بی جے پی ہی ہو سکتی ہے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ اس سے قبل بھی کشمیر کے سلسلے میں اٹل بہاری واجپائی کی سرکار ہی نے بولڈ فیصلے لینے کی جرات کی تھی۔ لاہور اعلامیہ، اسلام آباد ڈیکلریشن اور انسانیت کے دائرے میں بات کرنے کا اعلان اور اس کے بعد مزاحمتی خیمے سے لے کر پاکستان تک کے ساتھ بات چیت کی شروعات بی جے پی نے ہی کی تھی۔ مگر جو اشخاص اِس امید کے ساتھ جی رہے ہیں کہ ”انسانیت کے دائرے“ میں بات ہوگی انہیں جان لینا چاہیے کہ اٹل بہاری واجپائی اور نریندر مودی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پاکستان اور کشمیر کی زمینی صورت حال ۱۹۹۹ء اور ۲۰۰۴ء کے مقابلے خاصی مختلف ہے۔ ایسے حالات میں کشمیر مسئلے کے حل میں کسی پیش رفت کی امید رکھنا بے معنی ہے۔ امت شاہ کے وزارت داخلہ کا قلمدان سنبھالنے کے بعد تو کشمیر کی شناخت اور تشخص ہی خطرے میں پڑ گیا ہے۔ کشمیر کی مختلف الخیال پارٹیوں کو فی الحال اس کے بچاؤ کے لئے قابل عمل اور فوری اقدامات کرنے میں کوئی تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ بدقسمتی سے ایسا نظر آ رہا ہے کہ کشمیر کی سیاسی جماعتیں نہ صرف اپنی اصل قومی و عوامی ذمہ داریوں سے بھاگ رہی ہیں، بلکہ یہ لوگ نریندر مودی کا نام سن کر ہی گویا مرعوب ہو جاتے ہیں کہ ان کی بچی کھچی قوتِ مزاحمت جواب دے بیٹھتی ہے۔ بات واضح ہے کہ قوم کے وسیع تر مفاد میں سوچنے کی بجائے اقتدار کی شدید ہوس اور اقتدار کے لیے رسہ کشی نے کشمیر کی سب سے بڑی قوم پرست پارٹی نیشنل کانفرنس کو نہ صرف بزدل بنایا ہے بلکہ اس کی نفسیاتی صورت حال کی بھاری قیمت سادہ لوح کشمیریوں کو چکانی پڑ رہی ہے۔ فی الحال بدقسمتی سے اس جماعت کا یہ محور بنا ہوا ہے کہ اقتدار کی نیلم پری سے بوس و کنار کو برقرار رکھنے کے لیے کس سے رشتہ جوڑا جائے کس سے ناطہ توڑا جائے۔ اگر واقعی اس جماعت میں کشمیریوں کے تئیں ذرہ بھر بھی ہمدردی ہے تو اسے دیگر کشمیری جماعتوں کے ساتھ گفت و شنید کے دروازے کھول کر آگے کے تمام خطرات کی پیش بینی کر کے ریاست میں بی جے پی کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکنا ہوگا۔ اٹانومی اور سیلف رول کے ایجنڈوں کے خواب دیکھنا دور کی بات ہے، فی الحال جس تیز رفتاری سے مودی سرکار کشمیریوں کے تشخص اور انفرادیت کو پامال کرنے کے حوالے سے جنگ آزمائی کے راستے پر چل نکلی ہے اس کا توڑ کرنے میں این سی، پی ڈی پی اور دیگر جماعتوں کو باہمی تعاون کرنے میں ہرگز ہچکچانا نہیں چاہیے۔ لیکن جو صورت حال ہے اس سے صاف لگتا ہے کہ کشمیر کے سلسلے میں ہندو انتہا پسندوں کے دیرینہ خوابوں کے پورا ہونے کے لئے راستہ ہموار اور وقت شاید موزوں ہے۔

Volume:57/67,Issue:22 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

دشمنی کا سفر ایک قدم دو قدم
تم بھی تھک جاؤ گے ہم بھی تھک جائیں گے
(بشیر بدر)

صالح معاشرہ کی تشکیل میں بہتر خاندانی نظام کی ضرورت

محمد عادل فریدی

اللہ نے انسانوں کے لیے اس کے گھر کو سکون کی جگہ بنایا ہے، ہر انسان دن بھر اپنے کاروبار میں مشغول ہوتا ہے، کوئی کھیتی میں مشغول ہے، کوئی کاروبار ارتجارت میں مشغول ہے، کوئی سیاسی سرگرمیوں میں لگا ہوا ہے، مگر رات میں اپنے گھر میں آکر اپنی بیوی بچوں اور ماں باپ کے پاس آکر اپنی تھکان مٹاتا ہے اور سکون حاصل کرتا ہے۔ اس لئے گھر کو جائے سکون بنانے کی ضرورت ہے۔ گھر کے اندر محبت، ایک دوسرے سے تعلق، ایک دوسرے پر اعتماد ہونا چاہئے تبھی گھر سکون کا مسکن بن سکتا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے نکاح کو آدھا دین قرار دیا ہے، اللہ نے میاں اور بیوی کے درمیان محبت کا جذبہ پیدا کیا ہے، اسی طرح اولاد کو ماں باپ سے اور ماں باپ کو اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے۔ انسان جو بھی محنت کرتا ہے وہ اپنے گھر والوں کے لیے ہی کرتا ہے، اس لیے اس کو اپنے گھر کی زندگی کے بارے میں غور کرنا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ تر وقت بھی اپنے گھر میں گذرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہوگا وہ دنیا والوں کے ساتھ بھی اچھا ہوگا۔ اس لیے گھر کو بہت اہمیت دینے کی ضرورت ہے، اپنے بچوں کے ساتھ وقت گذارنا اور ان کی صحیح تربیت کرنا ایک اچھا گھر بنانے کے لیے بہت زیادہ ضروری ہے۔ گھروں کے ماحول کا پرسکون ہونا اچھی زندگی کے لیے ضروری ہے۔ ایک اچھے اور پرسکون گھر سے ہی اچھے معاشرہ کی تشکیل ہوسکتی ہے۔

خاندان افراد سے بنتا ہے، سماج کا دائرہ وسیع ہوتا ہے، خاندان اس کی چھوٹی اکائی ہے، اس کے بعد پھر سماج، پھر علاقہ، پھر ریاست اور اس کے بعد ملک ہے۔ چھوٹی اکائی جب صحیح ہوجائے گی تو چھوٹی اکائی کے مجموعہ میں اصلاح کی فکر پیدا ہوتی ہے، چھوٹی اکائی نہ صحیح ہو اور بڑی اکائی سے کام شروع کیا جائے تو معاملہ الٹا ہوجائیگا۔ خاندان میاں بیوی، بچے اور ماں باپ کے مجموعہ کا نام ہے۔ خاندان کا تصور ماں باپ کے وجود کے بنا نہیں کیا جاسکتا ہے۔ آدمی انفرادی خاندان کے طور پر زندگی گذار رہا ہو یا مشترکہ خاندان میں زندگی گذار رہا ہو دونوں میں والدین کا وجود ضروری ہے۔ صالح خاندان کے لیے ضروری ہے کہ شادی بیاہ میں صالح لڑکوں اور صالح لڑکیوں کا انتخاب کیا جائے لڑکا صالح ہوگا اور لڑکی صالحہ ہوگی تو ان سے جو بچے پیدا ہوں گے وہ بچے صالح خاندان کی تشکیل اور ترتیب کا ذریعہ بنیں گے۔ شادی بیاہ میں مالداری، خاندانی نجابت کے بجائے دینداری کو بنیاد بنایا جائے تو ایک اچھے خاندان کا وجود ہوگا جس سے اچھا سماج وجود میں آئے گا۔ ہر خاندان میں والدین کو اپنی اصلاح کی ضرورت ہے، اس لیے کہ بچہ ماں باپ سے سیکھتا ہے، ماں کا گود بچے کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے، ایسا نہ ہو کہ ہمارے کسی عمل سے ہمارے بچے کا کردار بگڑ جائے۔ خاندان کو بہت سارے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ہم ان مسائل سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے، مسائل زندگی کا لازمی جز ہیں، ان مسائل کو حل کرنے کی ضرورت ہے، خاندانی مسائل کے حل کے لیے علم کے ساتھ ساتھ حلم اور برداشت کے مادے کی سخت ضرورت ہے۔ آپسی رشتوں کو جوڑ کر رکھنا ضروری ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائیاں نہیں ہونی چاہئیں، اقتصادی مضبوطی کے لیے بھی کوشش ہونی چاہئے مالیات کی کمی سے بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

آج حالت یہ ہے کہ انسان انسان سے دور ہوتا چلا جارہا ہے، رشتوں کا تقدس پامال ہورہا ہے، خاندان کا شیرازہ تتر بتر ہوتا جارہا ہے، ان سب کے وجوہات پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک خاندان کی تشکیل بڑوں اور چھوٹوں سے مل کر ہوتی ہے، بزرگوں کو نئی نسل کی سوچ اور نئی نسل کو بزرگوں کی فکر کو اہمیت دینی چاہئے، دونوں میں توازن کا ہونا ضروری ہے۔ دونوں میں متوازن ہم آہنگی ہونی چاہئے، خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی ہے، اگر خاندان صحیح ہوگا تو پورا معاشرہ صحیح ہوگا۔ معاشرہ میں ہر مذہب و فرقے کے ماننے والے لوگ ہوتے ہیں، معاشرہ کے افراد کو ایک دوسرے کی ضرورتوں اور احساسات کا خیال رکھنا چاہئے، ان کے جذبات اور عقائد کا احترام کرنا چاہئے۔ معاشرہ میں رہنے والے ہر شخص کے ایک دوسرے پر جو حقوق ہیں ان کی پاسداری ایک اچھے معاشرہ کی تشکیل کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا جس کا پڑوسی اس کے ظلم سے محفوظ نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آس پڑوس کے لوگوں کی ضرورتوں کا خیال رکھنے اور ان کے ساتھ محبت، بھائی چارے اور ہمدردی کا برتاو کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کی کتابوں میں بھی اخلاقیات کی تعلیم دی گئی ہے اور بہتر معاشرہ کی تشکیل پر زور دیا گیا ہے۔ ہندو مذہب کی مذہبی کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ ''یہ میرا ہے اور یہ دوسرے کا ہے ایسا جو لوگ سوچتے ہیں وہ چھوٹے لوگ ہوتے ہیں، لیکن جن لوگوں کی سوچ بلند ہوتی ہے وہ پورے سنسار کو اپنا پریوار سمجھتے ہیں۔ جو چیز اپنے آپ کو خراب لگے اس کو دوسروں کے لیے پسند نہ کیا جائے جو لوگ ان تعلیمات کو بھول جاتے ہیں، اس سے خاندان میں پریشانی پیدا ہوتی ہے۔'' ایک بھائی، بیٹے، شوہر اور باپ کی حیثیت سے جو ذمہ داری ہماری ہے ہمیں اس کو ادا کرنا چاہئے۔ آج لوگ خودغرض ہوچکے ہیں، اپنے مفاد کی خاطر لوگوں نے خاندانوں میں تفریق پیدا کردی ہے، لوگ مال و جائداد کے پیچھے بھاگ رہے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ اخلاق، سنسکار اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا جذبہ پیدا ہونا چاہئے۔ آج لوگ دو فٹ زمین کے لیے ایک دوسرے پر مقدمہ کردیتے ہیں ایک ایک ہزار کی زمین کے لیے لاکھوں روپے خرچ کردیتے ہیں، ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ مذہبی تعلیمات سے لوگ دور ہوگئے ہیں اور مادیت کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ جن لوگوں کے پاس مذہب کی صحیح تعلیم ہے وہ سماج میں نفرت نہیں پھیلا سکتے، جن لوگوں کو مذہب کی صحیح تعلیم ملتی ہے ان کو اچھے اخلاق ملتے ہیں۔ اس پوری دنیا کی آبادی مرد اور عورت پر مشتمل ہے، اس لیے مرد اور عورت کے درمیان رشتہ مضبوط ہونا چاہئے اور دونوں کے رشتوں میں توازن قائم ہونا ایک اچھے خاندان کی تشکیل کے لیے لازم ہے، نکاح کو خاندان کی بنیاد کہا گیا ہے۔ ایک مذہبی فریضہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے ذریعے سماج میں ایک نئے خاندان کا اضافہ ہوتا ہے اس لیے اس کا انعقاد باقاعدہ اعلان کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کے ذریعے کیا جاتا ہے تاکہ سوسائٹی پر عیاں ہوجائے کہ فلاں مرد اور عورت ایک دوسرے کے ہو چکے ہیں۔ آدمؑ و حواؑ کی طرح ایک گھر بسانے، بحیثیت میاں بیوی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے اور ان کو احسن طریقے سے ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ نکاح کے ذریعہ ایک ایسے بے مثال ادارے کی بنیاد ڈالی جاتی ہے جو محبتوں، چاہتوں، امیدوں، توقعات ایثار قربانی، اتحاد و اتفاق، تعاون و اشتراک اور اقتدار و روایات کا تانا بانا ہے۔ جہاں ایک طرف نوخیز نسل کی بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی کا سامان ہے اور دوسری طرف اس کو معاشرے کے ذمہ دار اور کارآمد شہری بنانے کی تربیت کا بہترین انتظام۔ ارسطو کے مطابق ''خاندان انسانوں کی روزمرہ ضرورتوں کی فراہمی کے لیے ایک فطری ادارہ ہے۔'' امریکہ کا مشہور کیتھولک فلاسفر جس نے تمدن پہ چالیس سے زیادہ کتب تصنیف کی ہیں، خاندان کو صحت، تعلیم، فلاح و بہبود کا پہلا بنیادی اور بہترین شعبہ قرار دیتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ پوری زندگی پر محیط یہ معاہدہ کس طرح ایک مرد اور عورت کو معاشرے کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کرنے کے قابل بناتا ہے۔ نکاح چونکہ خاندان کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس لیے تاکید کی گئی ہے کہ ایسے ساتھی کا انتخاب کیا جائے جو نکاح کو زیادہ سے زیادہ بامقصد اور نتیجہ خیز بنائے اور ایک مضبوط خاندان کی تعمیر عمل میں آئے اس لحاظ سے زوج کا انتخاب پہلی اینٹ ہے اگر یہی ٹھیک نہ رکھی گئی تو اس پر کھڑی ہونے والی عمارت (خاندان) مضبوط نہیں ہوسکتی۔

آج پوری دنیا سمٹ گئی ہے، لیکن ہم لوگ منتشر ہوگئے ہیں، ہمیں اپنے بکھراؤ کو ختم کرنے کی ضرورت ہے، غیبت، غصہ، تکبر، آپسی جھگڑے، قطع رحمی وغیرہ سے خاندانی نظام درہم برہم ہوجاتا ہے۔ شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کے حق کی رعایت کرنی چاہئے، اللہ نے قرآن میں کہا ہے کہ تم لوگ ایک دوسرے کا لباس ہو، جس طرح لباس انسان کو سکون دیتا ہے اور اس کے عیوب کو چھپاتا ہے، اسی طرح میاں بیوی کو بھی ایک دوسرے کے لیے باعث سکون اور ایک دوسرے کے عیوب کو چھپانے والا ہونا چاہئے، اس سے گھر کا ماحول اچھا ہوگا۔

کوئی سماج خراب اور لچے لفنگوں سے خراب نہیں ہوتا، بلکہ ایک سماج اس وقت خراب ہوتا ہے جب اس میں اچھے اور سنجیدہ لوگ اپنے فرائض سے غافل ہوجاتے ہیں اور سماج میں اچھی باتوں کو پھیلانا چھوڑ دیتے ہیں۔ جب تک اچھے لوگ اپنے کام میں لگے رہتے ہیں سماج میں اعتدال اور توازن قائم رہتا ہے، اور خاندان بنا رہتا ہے، آج کا یہ پروگرام یہ دعوت دیتا ہے کہ خاندان کو اچھا بنانے کی دعوت دی جائے۔ ہم سب لوگوں کی نسبت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے جڑی ہوئی ہے، رسول رحمت کی امت کے پاس ایک اچھے خاندان اور خاندانی نظام کا تصور موجود ہے، جب سماج میں گراوٹ آتی ہے تو سب کو تکلیف ہوتی ہے، اگر عملی طور پر اپنے گھر والوں اور بچوں کے لیے وقت دیا جائے، گھروں میں بڑوں کے احترام اور چھوٹوں پر شفقت کا ماحول بنایا جائے اور اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔ اپنے بچوں کی صحیح تربیت کیجئے، ان کی غلطیوں کی خوش اسلوبی سے اصلاح کیجئے ان کے اندر والدین کی خدمت کرنے، ان کا احترام کرنے کا جذبہ پیدا کیجئے، آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کیجئے، خاندانی جھگڑوں سے بچئے، اگر ہم ایسا کریں گے تو ہمارا گھر اور خاندان دنیا میں ہی جنت کا نمونہ بنے گا۔

معاشرہ کو عام سماجی برائیوں سے بچانا بھی بہت ضروری ہے؛ خیانت، بددیانتی، بے راہ روی، اوہام پرستی اور کمزوروں پر ظلم وزیادتی، غیبت، وعدہ خلافی، جھوٹ، لوگوں کے ساتھ بدسلوکی، گالی گلوج، سود، رشوت، بے ایمانی حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی جیسی برائیاں اور اخلاقی کمزوریاں معاشرہ میں گھر کرگئی ہیں، ان برائیوں کو سماج سے ختم کرنا اور ایثار و قربانی، ہمدردی، خدمت خلق کا جذبہ، محبت و بھائی چارہ، حق گوئی و سچائی جیسے اعلیٰ اخلاقی اقدار سے سماج کو آراستہ کرنا بھی ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ ہر شخص کو چاہئے کہ اس کی شروعات اپنے گھر سے کرے تاکہ ایک اچھے خاندان کی تشکیل ہوسکے تبھی جاکر ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے گا، کیوں کہ ایک صالح معاشرہ کی تشکیل صالح خاندان سے ہی ہوتی ہے۔

نقیب قیمت فی شمارہ -/6 روپے ششماہی -/200 روپے سالانہ -/300 روپے